اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ
اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیری
سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔

انوارِ ہدایت

— شرح —

دس شرائط بیعت

از تحریرات

حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام

— مرتبہ —

ابوظفر عبدالرحمن مبشر مولوی فاضل مصنف "موعود اقوام عالم" "قیام شریعت" "بشارات رحمانیہ" وغیرہ
رحمانیہ منزل — بلاک جی — ڈیرہ غازیخان

قیمت غیر مجلد -/۳ قیمت مجلد ۳/۸

فہرست مضامین کتاب [illegible]

مرتبہ

مکرم مولوی بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ گوجرہ ضلع لائلپور

29/9/2013

	صفحہ
باب دہم	
دربارہ شرط دہم	۲۶۵
خداداد واقعات سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کا ایک مثالی واقعہ۔	۲۶۶
اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرنے کی تلقین۔	۲۶۷
شریعت کے دو بڑے حصوں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح۔	۲۶۸
خدا تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرو۔ اور ان کے ہمدرد بن جاؤ۔	۲۷۰
بنی نوع سے نیک معاملہ تہذیب [?] کی علامت ہوتا ہے۔	۲۷۱
اپنی ہمدردی کا دائرہ وسیع کرو خواہ کوئی مسلمان ہو، ہندو ہو، عیسائی ہو یا کوئی اور	۲۷۲
باب یازدہم	۲۷۷
دربارہ شرط دہم۔	۲۷۷
مسیح موعود سے تعلق اخوت	۲۷۸
خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری ایک موت چاہتی ہے۔	۲۷۹
حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔	۲۸۰
حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنے والا ہر آفت سے بچایا جائے گا۔	۲۸۱
اگر طوفان سے بچنا چاہتے ہو۔ تو میری طرف دوڑو۔	۲۸۲
خدا مسیح موعودؑ سے تعلق رکھنے والوں کو دوسرے لوگوں پر قیامت تک غالب رکھے گا۔	۲۸۳
افراد جماعت کو نصائح	۲۸۴
کوئی دنیا کا کیڑا ہو کر مجھ سے پیوند نہ کرے۔	۲۸۴
خدا تعالیٰ کا ارادہ اس جماعت کو خاص جماعت بنانے کا ہے۔	۲۸۷
تمام لوگ اپنے خالق حقیقی کی شناخت، محبت اور اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے۔	۲۸۹
کون بیعت کے بعد جماعت میں ہے اور کون خارج ہے۔	۲۹۲
دعائے خاتمہ کتاب۔	۲۹۶
دعائیہ اشعار	۲۹۶
فہرست مضامین	۲۹۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

از قلم حقیقت رقم حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِحَیَاتِہٖ وَ اِفَاضَتِہٖ

مکرم محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر نے خواہش کی ہے کہ مَیں ان کی اس کتاب کے لئے بطور پیش لفظ کے چند سطور تحریر کر دوں جو انہوں نے "انوار ہدایت" کے نام سے دس شرائط بیعت کی تشریح کے طور پر تیار کی ہے۔

یہ شرائط بیعت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں داخل ہونے کے لئے باذنِ الٰہی مقرر فرمائے ہیں ان مقاصد کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جن کے لئے اس جماعت کی منجانب اللہ بنیاد رکھی گئی اور ان کی تشریح بھی خود امام الزمان علیہ السلام کے اپنے مقدس اور روح القدس کی تائید سے لکھے جانے والے کلماتِ طیبات پر مشتمل ہے۔ پس مَیں کیا ہوں اور میری کیا حیثیت ہے کہ اس بارہ میں کچھ لکھوں۔ البتہ جماعت کو ان شرائط پر غور کرنے اور ان پر صدقِ نیت اور استقامت سے قائم ہونے کی طرف توجہ دلاتا ہوں

کیونکہ ہمیں جس مقصد کے لئے بلایا گیا ہے وہ یہ نہیں کہ ہم محض ظاہری طور پر بیعت کر کے گویا ایک نئی گدی بنالیں بلکہ خدا کے مامور کی آواز نوبہ کے لئے بلند ہوئی اور ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جو اس جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ اور احمدی کہلاتا ہے وہ اچھی طرح سوچ لے سمجھ لے اور غور کر لے کہ اُسے کس لئے بلایا گیا ہے اور وہ کیا مقاصد ہیں جن کی پیروی اس پر لازم کی گئی ہے۔ یہ مقصد ایسی خاص توبہ ہے جس کے نتیجہ میں انسان کے نفس پر موت وارد ہو جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ سے ایک ایسا کامل تعلق ہے جس کے نتیجہ میں وہ نئی اور پاک زندگی حاصل ہوتی ہے جو انسان کو قربِ الٰہی کا وارث بناتی ہے اور اس دعوت کا مقصد ایک ایسی پاک جماعت بنانا ہے جس کے مدِ نظر ہمیشہ اعلائے کلمۃ الاسلام ہو اور جو دینِ حق کی ہمدردی دکھا کر اور توحید کے قیام کے لئے اعلیٰ درجہ کی قربانی دیکر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے غیرت کا مظاہرہ کر کے اور اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر کے صدق و رزی کا کامل نمونہ دنیا کو دکھائے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے ایک ایسی کتاب کا ہونا بہت ضروری ہے جو جماعت میں داخل ہونے کی شرائط کو اور اس

کی وضاحت کو خود امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں بیان کرے تاکہ لوگ یکجائی طور پر ان شرائط پر اور اس مفہوم پر جو سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ السّلام نے ان کا معیّن فرمایا نظر کر سکیں
مَیں امید کرتا ہُوں کہ ہماری جماعت کے دوست اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ بہتوں کے لئے ہدایت اور قیامت کے دن سُرخروئی کا موجب ہوگی۔

والسّلام

مرزا رفیع احمد ۱۲/۶/۶۴ ۱۳

حرفِ آغاز

۱- اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور بے انتہا فضل و کرم ہے کہ اس نے میرے جیسے کم مایہ اور کثیر المشاغل انسان کو "انوارِ ہدایت" ترتیب دے کر آپ تک پہنچانے کا شرف بخشا۔ معترف ہوں کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۲- کتاب کی ترتیب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی اپنی تحریرات اور ارشادات پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کہ جو تاثیر خدا تعالیٰ کے مامور کے اپنے کلام میں ہو سکتی ہے وہ کسی دوسرے کے کلام میں ممکن نہیں۔

۳- راقم الحروف کی عرصہ سے یہ دلی تڑپ تھی کہ ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بیان فرمودہ دس شرائط بیعت کی تشریح و تفصیل ہو۔ تا کہ مختلف اوقات اور متعدد مجالس اور بیسیوں کتب اور اشتہارات میں جو پند و نصائح بیان ہو کر اشاعت پذیر ہوئی ہیں وہ یکجا زیرِ مطالعہ آ کر طبائع پر اثر انداز ہو سکیں۔ جس سے مندرجہ ذیل فوائد متوقع ہیں:-

اوّل:۔ وہ متلاشیانِ حق جو جماعت میں داخل ہونا چاہتے ہوں وہ اپنی اصلاح، روحانی ترقی اور خدمتِ دین کی ذمہ داریوں سے پہلے سے آگاہ ہو کر اس سلسلہ میں منسلک ہوں۔

دوم:۔ ہماری نئی نسل جو پیدائشی احمدی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ دلائل اور آپ کی تعلیم سے کماحقہٗ واقف ہو کر جماعتی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کے قابل ہو سکے۔

سوم:۔ سلسلہ احمدیہ میں پرانے منسلک احمدیوں کے لئے فَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ کے تحت یاددہانی ہو جائے۔ جو ان کے ازدیادِ ایمان اور روحانی ترقی کا موجب ہو۔

چہارم:۔ اصلاح وارشاد اور تعلیم وتربیت کے میدان میں اُترنے والے مجاہدین بھی اس کتاب کے مطالعہ سے تازہ دم ہو کر اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکیں۔

۴۔ راقم الحروف نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی متعدد کتب اشتہارات اور ملفوظات کا گہرا مطالعہ کر کے یہ روحانی مائدہ تیار کیا ہے۔ اُمید ہے کہ غیر از جماعت متلاشیانِ حق جہاں اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ وہاں جماعت کی نئی پود اور

پرانی نسل بھی اس سے فائدہ اٹھائے گی۔ یہ کتاب دانہ از انبارے اور مشتے از خروارے کا مصداق ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اصل کتب کا مطالعہ کرنے کی طرف رغبت دلانے کا ایک ذریعہ ہے۔ جن کا بار بار مطالعہ کرنا ہر احمدی کے لئے ازحد ضروری ہے اور جس کی اہمیّت اپنی جگہ قائم ہے۔

۵۔ استدعا ہے۔ کہ عاجز کی اس محنت اور کاوش سے جو دوست کسی رنگ میں بھی فائدہ اٹھائیں وہ خداوندِ قدوس کے حضور یہ دُعا ضرور کریں کہ اللہ تعالےٰ اپنے اس درماندہ بندے کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور سلسلہ احمدیہ اور دین اسلام کی سچّی اور صحیح خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور انجام بخیر فرمائے۔

دُعا ہے کہ مولا کریم اس کتاب کے پڑھنے والوں کو ہدایت کی روشنی عطا فرمائے۔ اور ان کی نسل در نسل کو حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مشن کو دنیا میں پھیلانے یعنی اسلام کو دُنیا پر غالب کرنے اور اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ اور ہر حال میں ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

احقر العباد۔ خادمِ سلسلہ احمدیہ عبد الرحمٰن مبشر عفی عنہ ۱۰-۱۲-۹۴

باب اوّل

در بارہ

دعاوی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

حمد و شکر —— درود و ثنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم —— نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"ہزار ہزار شکر اس خداوند کریم کا ہے جس نے ایسا مذہب ہمیں عطا فرمایا۔ جو خدا دانی اور خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی۔ اور ہزار ہا درود اس نبی معصوم پر جس کے وسیلہ سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے اور ہزار ہا رحمتیں نبی کریمؐ کے اصحاب پر ہوں جنہوں نے اپنے خونوں سے اس باغ کی آبپاشی کی۔" (نصرۃ الحق) براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱

(تصنیف حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام)

سچّا فلسفہ اور پاک حکمت آسمان سے آتی ہے

"سچّا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں۔ اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اُسے پاؤ گے تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کی تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے۔ اور جو خود مُردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لئے پاک غذا لائے گا۔ وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں دکھا دے گا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو۔ جن کی روحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں۔ وہی حکمت کے وارث ہیں۔ جن کو خود تسلّی نہیں۔ وہ کیونکر تمہیں تسلّی دے سکتے ہیں۔ مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے۔ پہلے صدق و صفا ضروری ہے۔ پھر بعد اس کے یہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔" (کشتی نوح ص۳۳ مطبوعہ ۵ ۲ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

ہمارے عقائد

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ

ہے۔ اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس پر پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو۔ قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصّوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے رسولؐ اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرّہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اِباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں۔ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں

اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اِن سب پر ایمان لاویں۔ اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہلِ سنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا تھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ وَالْمُفْتَرِيْنَ"۔

(از ایام الصلح مطبوعہ یکم جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۸۶، ۸۷)

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم مومن موحد مسلم ہیں

"بھائیو! آپ لوگ جانتے ہیں کہ تکفیر کے فتوے کسی تحقیق پر مبنی نہیں تھے۔ اور ان میں سچائی کی بو بھی نہیں تھی۔ بلکہ وہ سب فتوے مکر اور ظلم اور جھوٹ کی تہہ پر سے دبیئے گئے۔ لیکن محض افتراء اور نفسانی حسد سے اور یہ لوگ خوب جانتے تھے کہ ہم مومن ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔ خدائے واحد لاشریک پر ایمان لاتے ہیں اور کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے قائل ہیں۔ اور خدا کی کتاب قرآن اور اس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء ہے مانتے ہیں اور فرشتوں اور یوم البعث اور بہشت اور دوزخ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور اہلِ قبلہ ہیں اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا اس کو حرام سمجھتے ہیں اور جو کچھ حلال کیا اس کو حلال قرار دیتے ہیں اور نہ ہم شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں۔ اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمیں پہنچا اس کو قبول کرتے ہیں چاہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو سمجھ نہ سکیں اور اس کی حقیقت کو پہنچ نہ سکیں اور ہم اللہ کے فضل سے مومن موحد مسلم ہیں۔" (عربی کا ترجمہ) نور الحق حصہ اول ص۵ روحانی خزائن جلد ۸

فصل اوّل

مسلمانوں سے جدا میرا کوئی مذہب نہیں

"میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں جس طرح سارے اہل اسلام احکامِ بیّنہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ و قیاسات مسلّمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں اسی طرح میں بھی جانتا ہوں۔ صرف بعض اخبار گذشتہ و مستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جس کو میں نے قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے۔ بعض اخبار حدیثیہ کے میں اس طرح پر معنی نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم کے مخالف ٹھہرتی ہیں بلکہ دوسری احادیث کی بھی جو صحت میں ان کے برابر ہیں۔ مغائر و مبائن قرار پاتی ہیں۔"

(روحانی خزائن جلد ۴ الحق بحث لدھیانہ صفحہ ۸)

اسلام کی صداقت پر مسیح موعودؑ کی گواہی

"بعد حمد و صلوٰۃ میں عبداللہ الاحد الصمد احمد ولد میرزا غلام مرتضیٰ

صاحب مرحوم (جو مؤلف کتاب براہین احمدیہ ہوں) حضرت خداوندکریم جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے اکثر حصّہ اپنی عمر عزیز کا تحقیق دین میں خرچ کرکے ثابت کرلیا کہ دنیا میں سچا اور منجانب اللہ دین اسلام ہے اور حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدائےتعالیٰ کے رسول اور افضل الرسل ہیں۔ اور قرآن شریف اللہ جل شانہٗ کا پاک و کامل کلام ہے جو تمام پاک صداقتوں اور سچائیوں پر مشتمل ہے۔ اور جو کچھ اس کلامِ مقدس میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے وجوبِ ذاتی اور قدامتِ ہستی اور قدرتِ کاملہ اور اپنے دوسرے جمیع صفات میں واحد لاشریک ہے اور رب مخلوقات کا خالق اور رب ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ ہے اور صادق اور وفادار ایمانداروں کو ہمیشہ کے لئے نجات دیگا۔ اور وہ رحمان اور رحیم اور توبہ قبول کرنے والا ہے ایسا ہی دوسری صفاتِ الٰہیہ و دیگر تعلیمات جو قرآن شریف میں لکھی ہیں۔ یہ سب صحیح اور درست ہیں۔ اور مَیں دلی یقین سے ان سب امور کو سچ جانتا ہوں اور دل و جان سے ان پر یقین رکھتا ہوں اور اگرچہ ان کی سچائی پر صدہا عقلی دلائل جو قطعی اور یقینی ہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے مجھ کو عطا کی ہیں۔ لیکن ایک اور فضل اس کا مجھ پر یہ بھی ہوا ہے

جو اس نے براہِ راست مجھ کو اپنے کلام اور الہام سے مشرف کر کے دوہرا ثبوت ان سچائیوں کا مجھ کو دے دیا ہے۔ اب میری یہ حالت ہے کہ جیسے ایک شیشہ عطر خالص سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میرا دل اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن شریف تمام برکات دینیہ کا مجموعہ ہے اور فی الحقیقت خدائے تعالیٰ رب موجودات کا موجد اور تمام ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ اور ہر قسم کی خیر اور نیکی اور فیض کا مبدء ہے اور اس کا پاک رسول محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سچا و صادق و کامل نبی ہے جس کی پیروی پر فلاحِ آخرت موقوف ہے۔"

(روحانی خزائن جلد دوم صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۴)

فصل دوم

وحی الٰہی کا فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ملتا ہے

"جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہؤا۔ اس کی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبارِ مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی۔ اس لئے قدرت کی تجلّیات کا پورا اور کامل حصّہ اس کو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے۔ مگر ان معنوں سے نہیں۔ کہ آئندہ اس سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوّت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمّت اور ہمدردی نے امّت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی کا دروازہ

جو حصولِ معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمتی نہ ہو اس پر وحی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا اُمتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے۔ ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پاسکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہوسکتا ہے کیونکہ مستقل نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔ مگر ظلّی نبوّت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمّت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطباتِ الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں۔ اور معرفتِ الٰہیہ جو مدارِ نجات ہے مفقود نہ ہوجائے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷-۲۸)

آیت خاتم النبیّین کی لطیف تشریح

"اور ہم اس آیت پر سچّا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلٰکِنْ

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی اسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوّت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوتِ محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے۔ اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوّت آخر محمد کو ہی ملی۔ گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو پس یہ آیت کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اس کے معنی یہ ہیں کہ لَیْسَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ الدُّنْیَا وَلٰکِنْ ھُوَ اَبٌ لِّرِجَالِ الْاٰخِرَۃِ لِاَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ

وَلَا سَبِیْلَ اِلیٰ فیوض اللہ من غَیْرِ تَوَسَّطِہٖ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رُو سے۔ اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النّبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسٰیؑ کے اُترنے سے ضرور فرق آئیگا اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رُو سے یہ ہیں۔ کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے۔ کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت روکتی ہے لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ اب اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کی رُو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امّت مکالمات ومخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرور اس پر مطابق آیت لَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالٰے کی طرف سے بھیجا جائے گا۔ اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے۔ کہ ہمارے نبی کریمؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی

نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب ایسی فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا جائے۔ یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے وَمَنِ ادَّعٰی فَقَدْ کَفَرَ۔"

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۲ و ۳)

نبوّتِ محمدیؐ کے سوا سب نبوّتیں بند ہیں

"اور مَیں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا۔ اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسٰیؑ سے اور مسیح ابنِ مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر مَیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا۔ تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں

شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اسی بنا پر مَیں امتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے۔ اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوت محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور چونکہ مَیں ظلّ ہوں اور امتی ہوں اس لئے آنجنابؐ کی اس میں کچھ کسرِ شان نہیں۔۔۔۔۔ اور چونکہ میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے شریعت کا حامل قیامت تک قرآن شریف ہے۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صلا و ۱۳)

آنحضرتؐ کے فیضان کا منکر مدّعیٔ نبوّت لعنتی ہے

"مَیں اس کے رسولؐ پر دلی محبت سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں۔ اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظِلّ ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور

اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے ۔۔۔۔ اور لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوّت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ نبوّت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت ہے نہ کوئی نئی نبوّت۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دُنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے۔" (چشمۂ معرفت" صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی گواہی کے لئے مسیح موعودؑ کو بھیجا گیا ہے

اسی طرح اس مقدس نبی کا لوگوں نے قدر شناخت نہیں کیا۔ جیسا کہ حق شناخت کرنے کا تھا۔ اور جیسا کہ چاہیئے لوگوں کو اب تک اس کی عظمتیں معلوم نہیں وہی ایک نبی ہے جس نے توحید کا تخم ایسے طور پر بویا جو آج تک ضائع نہیں ہوا۔ وہی ایک نبی ہے جو ایسے وقت میں آیا جب تمام دنیا بگڑ گئی تھی۔ اور ایسے وقت میں گیا جب ایک سمندر کی طرح توحید کو دنیا میں پھیلا گیا۔ اور وہی ایک نبی ہے جس کے لئے ہر ایک زمانہ میں خدا اپنی غیرت دکھلاتا رہا ہے اور اس کی تصدیق اور تائید کے لئے ہزارہا معجزات ظاہر کرتا رہا۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی اس پاک نبی کی بہت توہین

کی گئی۔ اس لئے خدا کی غیرت نے جوش مارا۔ اور سب گذشتہ زمانوں سے زیادہ جوش مارا۔ اور مجھے اس نے مسیح موعود کر کے بھیجا تا کہ مَیں اس کی نبوّت کے لئے تمام دنیا میں گواہی دُوں۔ اگر مَیں بے دلیل یہ دعویٰ کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں لیکن اگر خدا اپنے نشانوں کے ساتھ اس طور سے میری گواہی دیتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے لیکر جنوب تک اس کی نظیر نہیں تو انصاف اور خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے کہ مجھے میری اس تمام تعلیم کے ساتھ قبول کریں۔"

(اعلان مشمولہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷)

مسیح موعودؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور خادم ہیں

"وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بےعزتی کی گئی۔ جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسولؐ کو تاج عزّت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک مَیں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اے نادانو! تم کفر کہو یا کچھ کہو تمہاری تکفیر کی

اس شخص کو کیا پروا ہے جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے۔ اور اپنے پر خدا کے عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے"۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۰)

مسیح موعودؑ اپنی نبوّت سے کیا مراد لیتے ہیں؟

"میری مراد نبوّت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوّت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوّت سے کثرت مکالمت و مخاطبتِ الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قایل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کلام بموجب حکم الٰہی نبوّت رکھتا ہوں وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ۔

اور میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ جن میں سے بطور نمونہ کسی قدر اس کتاب میں بھی لکھے گئے ہیں۔ اگر اس کے معجزانہ

افعال اور کھلے کھلے نشان جو ہزار وں تک پہنچ گئے ہیں میرے صدق پر گواہی نہ دیتے تو مَیں اس کے مکالمہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا۔ اور نہ یقیناً کہہ سکتا کہ یہ اس کا کلام ہے۔ پر اس نے اپنے اقوال کی تائید میں وہ افعال دکھائے جنہوں نے اس کا چہرہ دکھانے کے لئے ایک صاف اور رُوشن آئینہ کا کام دیا۔"

(از اعلانِ حق۔ طاعون کا علاج صـ۶۵)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و اَمیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس دیں کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹا دے میری دعا یہی ہے

(از دُرِّ ثمین)

فصلِ سوم

مامور اور مجدّد ہونے کا دعویٰ

" اب میرا یہ دعویٰ کہ اس صدی پر میں تجدید دین کے لئے بھیجا گیا ہوں صاف ہے ہیں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰے نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور اس پر بائیس برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ اس قدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالٰے کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر کیونکہ میں نے جو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ حدیث اور قرآن کی بناء پر کیا ہے۔ اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے۔ وہ میری نہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرینگے ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا۔ جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش نہ کریں کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیئے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں۔ اور قرآن شریف کہتا ہے۔ کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے۔ پھر ضرورتیں موجود ہیں۔ اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور

وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں ہیں یا کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے یا ان وعدوں کی تکذیب کی جاوے۔

ضرورت حفاظتِ دین

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ سخت غلطی کرتے ہیں دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو کیا اس کا فرض نہیں ہوتا یا وہ نہیں چاہتا کہ اس کی حفاظت اور دشمنوں کی دست برد سے بچانے کے لئے ہر طرح کوشش کرے؟ باغات کے گرد کیسے کیسے احاطے حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ اور مکانات کو آتشزدگیوں سے بچانے کے لئے نئے نئے مصالحے تیار ہوتے ہیں اور بجلی سے بچانے کے لئے تاریں لگائی جاتی ہیں۔ یہ امور اس فطرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو بالطبع حفاظت کے لئے انسانوں میں ہے پھر کیا اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے؟ بے شک حفاظت کرتا ہے اور اس نے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے۔ اب بھی جبکہ ضرورت پڑی اس نے مجھے اسی لئے بھیجا ہے۔"

روحانی خزائن ۔۲

(از ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ ۷ تا ۸)

ہر صدی کے سر پر مجدّد کا ظہور ضروری ہے

" یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بے خبری نہ ہو گی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدّد کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصّہ کو تازہ کرتا ہے۔ جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے وحی پاکر فرمائی تھی۔ یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے انیس برس گذر گئے کوئی مجدّد اصلاحِ دین اور تجدید ملّت کے لئے مبعوث ہوتا اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالےٰ کا مامور اس کے الہام اور وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپ کو ظاہر کرتا مستعد اور سعید فطرتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سر آجانے پر نہایت اضطراب اور بے قراری کے ساتھ اس مردِ آسمانی کی تلاش کرتے اور اس آواز کے سُننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو جاتے جو انھیں یہ مژدہ سناتی

کہ مَیں خدا تعالےٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔ پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو انیس سال تک گذر چکی ہے مجدّد آئے اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ کہ کیا اس وقت اسلام کے لئے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کے لئے داعی ہیں۔ جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اس وقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی کہ بہت سی بدعتیں اور شرک سچی توحید کی بجائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستقل شریعت ہو گئی ہے۔ مجھ کو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھ کو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس امر کو انھوں نے نہیں سمجھا۔ کہ میں کیا کہتا ہوں۔ مگر اپنے گھر میں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ نبوت کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اپنی شریعت بنا لی ہے کوئی بتائے کہ وہ ورد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں۔ میں نے ایجاد کئے ہیں؟ یا مَیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر عمل کرتا ہوں اور اس پر ایک نقطہ یا شعشہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں۔ اور ہزارہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں

اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصود تھا۔ جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں۔ جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے۔ زنا، شراب اور اتلافِ حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاوے۔ ہر دانش مند اور غور کرنے والا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کر کے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاوے گا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علت غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعۂ شرافت تھا آج موجود نہیں۔ عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی کہ اچھی ہوتی اور جو غیروں اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہیں۔"

(از ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ ۲ تا ۴) (روحانی خزائن ۲)

مسیح موعود کو صدمۂ اسلام پر خدا تعالیٰ نے خود مطلع کیا ہے!

"مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں دینِ اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا

گیا ہے۔ کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر، اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا، اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا، اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور مجھے خدا کی پاک اور مطہّر وحی سے اطلاع دی گئی ہے۔ کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔"

(اربعین نمبر اوّل ص۳ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء۔ تذکرہ ص۳۶۲)

سب ملتیں اسلام کے سوا ہلاک ہو جائیں گی

"قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی۔ مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے۔ مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا۔ نہ کُند ہوگا۔ جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کردے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ ملکوں میں پھیلیگی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔

اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے۔ اور نہ کسی بندوق سے، بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔"

(اَلْاِشْتِہَارُ مُسْتَیْقِنًا بِوَحْیِ اللّٰہِ الْقَہَّارِ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء صفحہ ۱ و ۲)

تذکرہ صفحہ ۲۹۹

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیحؑ
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

ابنِ مریم ہوں مگر اُترا نہیں مَیں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

([illegible])

فصلِ چہارم

مسیح موعودؑ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے انتخاب سے بھیجے گئے ہیں

"میں اپنے دعوے کی نسبت اس قدر بیان ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کے انتخاب سے بھیجا گیا ہوں۔ تا میں مغالطوں کو دُور کر دوں اور پیچیدہ مسائل کو صاف کر دوں۔ اور اسلام کی روشنی دوسری قوموں کو دکھلاؤں اور یاد رہے کہ جیسا ہمارے مخالف ایک مکروہ صورت اسلام کی دکھلا رہے ہیں یہ صورت اسلام کی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک چمکتا ہوا ہیرا ہے جس کا ہر ایک گوشہ چمک رہا ہے اور جیسا کہ ایک بڑے محل میں بہت سے چراغ ہوں اور کوئی چراغ کسی دریچہ سے نظر آوے اور کوئی کسی کونہ سے یہی حال اسلام کا ہے۔ کہ اس کی آسمانی روشنی صرف ایک ہی طرف سے نظر نہیں آتی۔ بلکہ ہر ایک طرف سے اس کے ابدی چراغ نمایاں ہیں اس کی تعلیم بجائے خود ایک چراغ ہے۔ اور اس کی قوت روحانی بجائے خود ایک چراغ ہے اور اس کے ساتھ خدا کی نصرت کے جو نشان ہیں، وہ ہر ایک نشان

ایک چراغ ہے۔ اور جو اس کی سچائی کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے آتا ہے وہ بھی ایک چراغ ہوتا ہے۔

میرا بڑا حصّہ عمر کا مختلف قوموں کی کتابوں کے دیکھنے میں گذرا ہے مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے کسی دوسرے مذہب کی کسی تعلیم کو خواہ اس کا عقائد کا حصّہ ہو اور خواہ اخلاقی حصّہ اور خواہ تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدنی کا حصّہ اور خواہ اعمالِ صالح کی تقسیم کا حصّہ ہو۔ قرآن شریف کے بیان کے ہم پہلو نہیں پایا۔ اور یہ قول میرا اس لئے نہیں کہ میں ایک شخص مسلمان ہوں۔ بلکہ سچائی مجھے مجبور کرتی ہے، کہ میں یہ گواہی دوں۔ اور یہ میری گواہی بے وقت نہیں۔ بلکہ ایسے وقت میں ہے جبکہ دنیا میں مذاہب کی کشتی شروع ہے مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس کشتی میں آخر کار اسلام کو غلبہ ہے میں زمین کی باتیں نہیں کہتا کیوں کہ میں زمین سے نہیں ہوں بلکہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا نے میرے مُنہ میں ڈالا ہے۔ زمین کے لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ شاید انجام کار عیسائی مذہب دنیا میں پھیل جائے گا۔ یا بدھ مذہب دنیا پر حاوی ہو جائے۔ مگر وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں یاد رہے کہ زمین پر کوئی بات ظہور میں نہیں آتی جب تک کہ وہ بات آسمان پر قرار نہ پائے۔ سو آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر کار اسلام

کا مذہب دلوں کو فتح کرے گا۔ اس مذہبی جنگ میں مجھے حکم ہے کہ مَیں علم کے طالبوں کو ڈراؤں۔

اور میری مثال اس شخص کی ہے کہ جو خطرناک ڈاکوؤں کے گروہ کی خبر دیتا ہے جو ایک گاؤں کی غفلت کی حالت میں اس پر ڈاکہ مارنا چاہتے ہیں۔ پس جو شخص اس کی سنتا ہے وہ اپنا مال ان ڈاکوؤں کی دستبرد سے بچا لیتا ہے اور جو نہیں سُنتا وہ غارت کیا جاتا ہے۔

ہمارے وقت میں دو قسم کے ڈاکو ہیں۔ کچھ تو باہر کی راہ سے آتے ہیں اور کچھ اندر کی راہ سے اور وہی مارا جاتا ہے جو اپنے مال کو محفوظ جگہ میں نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں ایمانی مال کے بچانے کے لئے محفوظ جگہ یہ ہے کہ اسلام کی خوبیوں کا علم ہو۔ اسلام کی قوت روحانی کا علم ہو۔ اسلام کے زندہ معجزات کا علم ہو۔ اور اس شخص کا علم ہو جو اسلامی بھیڑوں کے لئے بطور گلہ بان مقرر کیا جائے۔ کیونکہ پرانا بھیڑیا اب تک زندہ ہے وہ مرا نہیں ہے وہ جس بھیڑ کو اس کے چرانے والے سے دور دیکھے گا وہ ضرور اس کو لے جائے گا۔

اے بندگانِ خدا آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ جب امساکِ باران ہوتا ہے۔ اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کنویں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں پس جس طرح

جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے (یعنی خدا کی وحی) وہی سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج ہے۔ میں اپنے دعوے کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین **ضرورت** کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جبکہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقویٰ و طہارت کو چھوڑا۔ بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ ہے کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بلایا ہے۔"

(یادداشتیں حصہ پنجم براہین احمدیہ صـــ۱۲)

مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی فیض رسانی نے بھیجا ہے

نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے۔ اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسُول ہے

اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور رُوحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخرکار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جس کو قرونِ اولیٰ کھو چکے تھے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اور اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے۔ مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابنِ مریم ابنِ مریم سے بڑھ کر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا۔ جیسا کہ مسیح ابنِ مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔

بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا۔ جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابنِ مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا۔ سو وہ مَیں ہی ہوں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نادان ہے وہ جو اس سے لڑے۔ اور جاہل ہے وہ جو اس کے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں بلکہ یوں چاہیئے تھا۔ اور اس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ ازاں جملہ ایک طاعون بھی نشان ہے۔ پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے۔ وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی "

(کشتی نوح صفحہ ۲ مطبوعہ ۵ ۲ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت مسیح موعودؑ کو مامُوریت کا مقام عطا ہُوا

" اے احمد! خدا نے تجھ میں برکت رکھدی ہے جو کچھ تُو نے چلایا وہ تُو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا۔ یعنی اس کے صحیح معنے تجھ پر ظاہر کیئے۔ تا کہ تُو ان لوگوں کو ڈرا دے

جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تاکہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ یعنی معلوم ہو جائے کہ کون تجھ سے برگشتہ ہوتا ہے۔ کہ مَیں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور مَیں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ اور باطل بھاگنے والا ہی تھا۔ ہر ایک برکت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس بڑا مبارک وہ ہے جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔ اور کہیں گے کہ یہ وحی نہیں ہے یہ کلمات تو اپنی طرف سے بنائے ہیں۔ ان کو کہہ وہ خدا ہے جس نے یہ کلمات نازل کئے۔ پھر ان کو لہو و لعب کے خیالات میں چھوڑ دے۔ ان کو کہہ اگر یہ کلمات میرا افترا ہے اور خدا کا کلام نہیں تو پھر مَیں سخت سزا کے لائق ہوں اور اس انسان سے زیادہ تر کون ظالم ہے جس نے خدا پر افترا کیا اور جھوٹ باندھا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنا رسول اور اپنا فرستادہ اپنی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو ہر قسم کے دین پر غالب کرے۔ خدا کی باتیں پوری ہو کر رہتی ہیں۔ کوئی ان کو بدل نہیں سکتا

(ترجمہ عربی الہامات) (از حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۰ تا ۷۱)

مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے جبراً گوشۂ تنہائی سے نکالا۔

" یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں ۔ یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں ۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے ۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے ۔ قُلْ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ ۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے ۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے ۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا ۔ اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا ۔ سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو ۔ کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا ۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنیوالا مسیح میں ہی ہوں ۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا ۔ کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا ۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسولؐ نے دی تھی ۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی

یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی۔ اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانے میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا۔ جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا۔ کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی اُمّت میں سے آئے گا۔ اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس باب کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لئے یہ کافی تھا وہ میرے

پرجوش ہو۔ مجھے اس بات کی ہرگز تمنّا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے اس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا میں نے چاہا کہ مَیں پوشیدہ رہوں۔ اور پوشیدہ مروں۔ مگر اس نے کہا۔ کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزّت کے ساتھ شہرت دوں گا پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے؟"

(از حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ تا ۱۴۹)

دینِ اسلام کی سچّائی ثابت کرنے کیلئے مسیح موعود کا دُنیا میں کوئی مدِمقابل نہیں ہے

"خدا تعالیٰ اس زمانے میں بھی اسلام کی تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ اس بارہ میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے اور

کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے۔ تو مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے؟!! کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزارہا نشان خدا نے محض اس لئے مجھے دیئے ہیں کہ تا دشمن معلوم کرے کہ دین اسلام سچّا ہے مَیں اپنی کوئی عزّت نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کی عزّت چاہتا ہوں جس کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں ''

(از حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۶)

اپنے دعویٰ کی سچّائی پر قسم

'' مجھے اس خدائے کریم و عزیز کی قسم ہے۔ جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست و نابود کرنے والا ہے۔ کہ مَیں اس کی طرف سے ہوں اور اس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہُوں۔ اور اس کے حکم سے کھڑا ہُوا ہوں۔ اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے۔ اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا۔ جب تک وُہ اپنا تمام کام پورا نہ کرے۔ جس کا اس نے ارادہ فرمایا

ہے۔ اس نے مجھے چودھویں صدی کے سر پر تکمیل نور کے لئے مامور فرمایا۔ اور اس نے میری تصدیق کے لئے رمضان میں خسوف کسوف کیا۔ اور زمین پر بہت سے کھلے کھلے نشان دکھلائے۔ جو حق کے طالب کے لئے کافی تھے۔ اور اس طرح اس نے اپنی حجت پوری کر دی ہے۔"

(اربعین ۲ صفحہ ۱۲)

میرے جیسے کو جہاں میں تو نے روشن کر دیا
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیدوں کی سار

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار

ملتِ احمدؐ کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

گلشنِ احمدؐ بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و ماہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

(درِ ثمین۔ منظوم کلام حضرت مسیح موعودؑ)

فصلِ پنجم

خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو اندھیروں کو دور کرنے کیلئے بھیجا ہے

"ہم ایسے عزم کے طالب ہیں جو رضائے مولا احکم الحاکمین کے لئے نفسانی جذبات پر غالب ہو۔ اور ہمارا یہ اصول نہیں کہ ہم فساد اور بدبختی اور ہلاکت کی راہوں کی اشاعت کریں۔ بلکہ ہم ان لوگوں کو صلح اور نیکی اور نکوکاروں کے طریق کی طرف بلاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ لوگ ایسی توبہ کریں جس طرح نیک لوگ توبہ کرتے ہیں۔ اور ہمارا بڑا مدعا یہی ہے کہ لوگ ایمان کی حقیقت کو ڈھونڈیں اور دقائق عرفان کی طرف رغبت کریں۔ اور باہم رحم اور مہربانی ان میں زیادہ ہو جائے اور بدیوں سے رک جائیں۔ سو ہم ایسے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے مواعظ حسنہ اور دعا اور نظر اور ہمت کے ساتھ کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ہمارا اصول ہے پس جو شخص اس کے برخلاف ہماری طرف کوئی بات منسوب کرے سو اس نے ہم پر افتراء کیا۔ اور ہمیں اس بات پر حضرت اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ وہ خدا جو اندھیرے

کے وقت اپنا نور بھیجتا ہے اور بیماری کی کثرت کے وقت دوا ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے بندوں کو بیقراری کی حالت میں بچاتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ فتنے زمین پر بہت بڑھ گئے ہیں اور بہت سے دُخان آسمان کی طرف چڑھے ہیں اور بگاڑنے والی اور ہلاک کرنے والی ہوائیں ہر ایک طرف اور ہر ایک ناصیہ سے چلی ہیں اگر ہم ان فتنوں کی تفصیل کرنا چاہیں تو ہمیں کئی کتابیں لکھنے کی طرف حاجت کرنی پڑے گی اور ہم کئی مردوں اور عورتوں کو رُلائیں گے اور سننے والوں کے قدم ہلائیں گے اور آپ جانتے ہیں کہ ہر ایک بیماری کی ایک دوا اور ہر ایک اندھیرے کے واسطے روشنی ہے سو میرے پروردگار نے ارادہ کیا کہ دنیا کو اندھیرے کے بعد روشن کرے کیا اے عقلمندو تمہیں اس سے کچھ انکار ہے۔" (از عربی ترجمہ)

(روحانی خزائن ۸ نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۵۴-۵۵)

تمام مسلمانوں کو دعوت

۱۰ اے مسلمانو! خدا کی طرف بھاگو اور ان فتنوں سے جو تمہارے آگے پیچھے اور تم میں موجیں مار رہے ہیں اور اُٹھ رہے ہیں۔ اور وہ عمل کرو جس سے خدا راضی ہو جائے۔ تا تمہیں خدا کے نزدیک

درجہ ملے ۔ اور چاہیئے کہ تمہیں اپنے دین پر کچھ شفقت پیدا ہو کیونکہ وہ ضعیف ہو گیا ۔ اور اس کی کنپٹیوں پر بڑھاپے کے آثار پیدا ہو گئے ہیں ۔ اور یہ بڑھاپا غیر طبعی ہے جو حوادث نزلہ کے سبب سے اور تکالیف متواترہ کے باعث سے ظاہر ہو گیا ہے ۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک شخص اپنے عملوں کو دیکھے اور اپنے دل کے خیالات کو ٹٹولے اور اپنی اس بضاعت کو تولے جو آخرت کے لئے تیار کی ہے ۔ اور اپنے اس روپیہ کو کھرا کرے ۔ جو اس سفر کے لئے تیار کیا ہے ۔ کیا پورے وزن کا اور کھرا ہے ۔ یا کھوٹا اور کم وزن کا ہے اور چاہیئے کہ اپنے نفس کو دھوکا نہ دیوے ۔ اور اس کو خطرہ میں نہ ڈالے اور چاہیئے کہ وقت سے پہلے تدارک کرے اور غافلوں کی طرح مت بیٹھا رہے ۔

اے لوگو اپنے نفسوں کو صاف کرو اور اپنے سینوں کو پاک بناؤ ۔ اور تمہیں دنیا کا مردار اور اس کی چربی بیہودہ خوش نہ کرے اور اس کے کتے تمہیں اس گوشت کی طرف نہ کھینچیں اور بجز پاک مسلمان ہونے کی حالت کے مت مرو ۔ اور خلقت کی لعنت سے مت ڈرو کیونکہ وہ سہل اور آسان ہے اور اس خدا کی لعنت سے ڈرو ۔ جس کی لعنت مونہوں کو کالا کر دیتی ہے ۔ اور نیچے گرنے والوں کے گڑھوں میں ڈالتی ہے ۔ ہماری یہ نصیحت ہے سو اس نصیحت کو یاد رکھو اور گواہ رہو کہ ہم نے

نصیحت کو پہنچا دیا۔ اور خدا رب گواہوں سے بہتر ہے اور آخری دعوت ہماری یہی ہے کہ تمام تعریفیں خدا کو ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔"
(عربی ترجمہ) روحانی خزائن جلد ۸ ۔ انورالحق حصہ اول ف ۳۰۱ تا ۳۱۰)

مجرد انجمنیں اور مدارس تائید دین کے لئے کافی نہیں۔

" اے وے لوگو جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوئے اور شکوک و شبہات کے پنجہ میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر ناز مت کرو۔ اور اپنی سچی رفاہیت اور اپنی حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی انہی تدبیروں میں نہ سمجھو جو حال کی انجمنوں اور مدارس کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش تو ہیں اور ترقیات کا پہلا زینہ متصوّر ہو سکتے ہیں مگر اصل مدعا سے بہت دُور ہیں۔ شاید ان تدبیروں سے دماغی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعت میں پُرفتی اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کی مشق حاصل ہو جائے یا عالمیت اور فاضلیت کا خطاب حاصل کر لیا جائے اور شاید مدّت دراز کی تحصیل علمی کے بعد اصل مقصود کے کچھ ممد بھی ہو سکیں۔ مگر تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔

مبادا سفرِ آخرت ایسی صورت میں پیش آوے جو درحقیقت الحاد اور بے ایمانی کی صورت ہو۔ یقیناً سمجھو کہ فلاح عاقبت کی امیدوں کا تمام مدار و انحصار ان نئی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا اور اس آسمانی نور کے اُترنے کی ضرورت ہے۔ جو شکوک و شبہات کی آلائشوں کو دور کرتا اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالےٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔"

(فتح اسلام صفحہ ۴۲)

علماء اسلام سے خطاب

اے علماء اسلام میری تکذیب میں جلدی مت کرو۔ کہ بہت اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انسان جلدی سے سمجھ نہیں سکتا۔ بات کو سنکر اسی وقت رد کرنے کے لئے تیار مت ہو جاؤ۔ کہ یہ تقویٰ کا طریق نہیں ہے۔ اگر تم میں بعض غلطیاں نہ ہوتیں۔ اور اگر تم نے بعض احادیث کے الٹے معنے نہ سمجھے ہوتے تو مسیح موعود کا جو حکم ہے۔ آنا ہی لغو تھا۔ تم سے پہلے یہ عبرت کی جگہ موجود ہے۔ کہ جس بات پر تم نے زور مارا ہے اور جس جگہ تم نے قدم رکھا ہے اسی جگہ یہودیوں نے رکھا تھا۔ یعنی جیسا کہ تم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر ہو وہ بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے منتظر تھے

اور کہتے تھے کہ مسیح تب آئے گا۔ جبکہ پہلے الیاس نبی جو آسمان پر اٹھایا
گیا تھا۔ دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ اور جو شخص الیاس کے دوبارہ
آنے سے پہلے مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور نہ صرف احادیث
کی رو سے ایسا بیان کرتے تھے۔ بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملاکی نبی ہے
اس ثبوت میں پیش کرتے تھے۔ لیکن جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی
نسبت یہودیوں کے موعود مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور الیاس آسمان سے
نہ اترا۔ جو اس دعویٰ کی شرط تھی۔ تو یہ تمام عقیدے یہودیوں کے باطل
ثابت ہو گئے۔ اور وہ جو یہودیوں کے خیال میں تھا۔ کہ ایلیا نبی بجسم
العنصری آسمان سے نازل ہوگا۔ اس کے آخر کار یہ معنی کھلے کہ الیاس کی
خو اور طبیعت پر کوئی دوسرا شخص ظاہر ہو جائے گا۔ اور یہ معنی حضرت
عیسےٰ نے خود بیان فرمائے۔ جن کو دوبارہ آسمان سے اتار رہے ہو پس
تم کیوں ایسی جگہ ٹھوکر کھاتے ہو جس جگہ تم سے پہلے یہود ٹھوکر کھا چکے
ہیں۔ تمہارے ملک میں ہزارہا یہودی موجود ہیں۔ تم ان کو پوچھ کر دیکھ لو
کہ کیا یہود کا بھی اعتقاد نہیں تھا جو اب تم ظاہر کر رہے ہو۔ پس وہ خدا
جس نے عیسےٰ کی خاطر ایلیا نبی کو آسمان سے نہ اتارا۔ اور یہود کے رو برو
اس کو تاویلوں سے کام لینا پڑا۔ وہ تمہاری خاطر کیونکر عیسےٰ کو اتارے گا
جس کو تم دوبارہ اتارتے ہو۔ اسی کے فیصلہ سے منکر ہو۔ اگر شک ہے۔ تو

کئی لاکھ عیسائی اس ملک میں موجود ہیں۔ اور ان کی انجیل بھی موجود۔ اُن سے دریافت کر لو کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حضرت عیسٰے نے یہی کہا تھا کہ ایلیا جو دوبارہ آنے والا تھا۔ وہ یوحنا ہی ہے یعنی یحیٰی اور اتنی بات کہہ کر یہود کی پرانی امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ اگر ایسے یہ ضروری ہے کہ عیسٰے نبی ہی آسمان سے آوے تو اس صورت میں حضرت عیسٰے سچا نبی نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اگر آسمان سے واپس آنا سنت اللہ میں داخل ہے تو الیاس نبی کیوں واپس نہ آیا۔ اور کیوں اس جگہ یحیٰی کو الیاس ٹھہرا کر تاویل سے کام لیا گیا۔ عقلمند کے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے۔

اور نیز جس کام کے لئے آپ لوگوں کے عقیدوں کے موافق مسیح ابنِ مریم آسمان سے آئے گا۔ یعنی یہ کہ مہدی سے مل کر لوگوں کو جبراً مسلمان کرنے کے لئے جنگ کرے گا۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں جبر نہیں ہے۔ پھر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائے گا یہاں تک کہ بجز اسلام یا قتل کے جزیہ بھی قبول نہ کرے گا یہ تعلیم قرآن شریف کے کس مقام اور کس سیپارہ اور کس سورۃ میں ہے۔ سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر

نہیں - اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لڑائیاں کی گئی تھیں۔ وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنے کے لئے نہیں تھیں۔ بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنی ان لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنھوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا۔ اور نہایت سخت ظلم کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ۔ یعنی ان مسلمانوں کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہیں۔ بہ سبب مظلوم ہونے کے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی۔ اور خدا قادر ہے کہ جو ان کی مدد کرے اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی۔ بجز ان تین صورتوں کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی۔ بلکہ اسلام نے غیر قوموں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اس کی دوسری قوموں میں نظیر نہیں ملتی۔ پھر یہ عیسےٰ مسیح اور مہدی صاحب کیسے ہوں گے جو آتے ہی لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے یہانتک

کہ کسی اہل کتاب سے بھی جزیہ قبول نہیں کریں گے اور آیت حَتّٰی يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ کو بھی منسوخ کر دیں گے۔ یہ دینِ اسلام کے کیسے حامی ہوں گے۔ کہ آتے ہی ان آیتوں کو بھی منسوخ کر دیں گے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی منسوخ نہ ہوئیں۔ اور اس قدر انقلاب سے پھر بھی ختم نبوت میں حرج نہیں آئے گا۔ اس زمانہ میں جو تیرہ سو برس عہد نبوت کو گذر گئے اور خود اسلام اندرونی طور پر تہتّر فرقوں میں پھیل گیا۔ سچے مسیح کا یہ کام ہونا چاہیئے کہ وہ دلائل کے ساتھ دلوں پر فتح پاوے نہ تلوار کے ساتھ اور صلیبی عقیدہ کو واقعی اور سچے ثبوت کے ساتھ توڑ دے نہ یہ کہ ان صلیبوں کو توڑتا پھرے جو چاندی یا سونے یا پیتل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہیں۔ اگر تم جبر کرو گے تو تمہارا جبر اس بات پر کافی دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہیں۔ ہر ایک نادان اور ظالم طبع جب دلیل سے عاجز آجاتا ہے تو پھر تلوار یا بندوق کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے۔ مگر ایسا مذہب ہرگز ہرگز خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ جو صرف تلوار کے سہارے سے پھیل سکتا ہے نہ کسی اور طریق سے۔ اگر تم جہاد سے باز نہیں آسکتے اور اس پر غصہ میں آکر راستبازوں کا نام بھی دجّال اور ملحد رکھتے ہو تو ہم ان دو فقروں

پر اس تقریر کو ختم کرتے ہیں۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ اندرونی تفرقہ اور پھوٹ کے زمانے میں تمہارا فرضی مسیح اور فرضی مہدی کس کس پر تلوار چلائے گا۔ کیا سنیوں کے نزدیک شیعہ اس لائق نہیں کہ ان پر تلوار اٹھائی جائے اور شیعوں کے نزدیک سُنّی اس لائق نہیں کہ ان سب کو تلوار سے نیست و نابود کیا جائے پس جبکہ تمہارے اندرونی فرقے ہی تمہارے عقیدہ کی رو سے مستوجب سزا ہیں تو تم کس کس سے جہاد کرو گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا تلوار کا محتاج نہیں وہ اپنے دین کو آسمانی نشانوں کے ساتھ زمین پر پھیلائے گا اور کوئی اس کو روک نہیں سکے گا۔ اور یاد رکھو کہ اب عیسٰے تو ہرگز نازل نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو اقرار اس نے آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے رُو سے قیامت کے دن کرنا ہے اس میں صفائی سے اس کا اعتراف پایا جاتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا اور قیامت کو اس کا یہی عذر ہے کہ عیسائیوں کے بگڑنے کی مجھے خبر نہیں اور اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آتا تو کیا یہی جواب دیتا کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ لہٰذا اس آیت میں اس نے صاف اقرار کیا ہے کہ مَیں دوبارہ دنیا میں نہیں گیا۔ اور اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آنیوالا تھا۔ اور برابر چالیس برس رہنے والا تب تو اس نے خدا کے سامنے

جھوٹ بولا کہ مجھے عیسائیوں کے حالات کی کچھ خبر نہیں اس کو تو کہنا چاہیئے تھا کہ آمد ثانی کے وقت میں نے چالیس کروڑ کے قریب دنیا میں عیسائی پایا اور ان رب کو دیکھا اور مجھے ان کے بگڑنے کی خوب خبر ہے اور میں تو انعام کے لائق ہوں کہ تمام عیسائیوں کو مسلمان کیا اور صلیبوں کو توڑا۔ یہ کیسا جھوٹ ہے کہ عیسیٰ کہے گا۔ کہ مجھے خبر نہیں غرض اس آیت میں نہایت صفائی سے مسیح کا اقرار ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے گا اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ اب خدا خود نازل ہوگا اور ان لوگوں سے آپ لڑے گا جو سچائی سے لڑتے ہیں خدا کا لڑنا قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ وہ نشانوں کے رنگ میں ہے لیکن انسان کا لڑنا قابلِ اعتراض ہے کیونکہ وہ جبر کے رنگ میں ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۹۲ تا ۹۴ مطبوعہ ۲۵ راکتوبر ۱۹۰۲ء)

کچھ گدی نشینوں اور پیرزادوں کے متعلق

"ایسا ہی اس ملک کے گدی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلق اور اپنی بدعات میں ایسے دن رات مشغول ہیں کہ ان کو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچھ خبر نہیں۔ ان کی مجالس میں اگر جاؤ

تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے تنبورے اور سارنگیاں اور ڈھولکیاں اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئینگے اور پھر باوجود اس کے مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعویٰ اور اتباع نبوی کی لاف زنی اور بعض ان میں سے عورتوں کا لباس پہنتے ہیں۔ اور ہاتھوں میں مہندی لگاتے ہیں اور چوڑیاں پہنتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑھنا اپنی مجلسوں میں پسند کرتے ہیں۔ یہ ایسے پرانے زنگار ہیں جو خیال میں نہیں آ سکتا کہ دور ہوسکیں۔ تاہم خدائے تعالیٰ اپنی قدرتیں دکھائے گا۔ اور اسلام کا حامی ہوگا"

(کشتی نوح صـ۹۹ مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

خدا تعالیٰ آسمانی نشانوں سے مسیح موعود کی گواہی دیتا ہے

"میرا خدا جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ میں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کرسکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اُتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ

باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتدا دی قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہونے ہیں۔ ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں "

(اربعین ۱ صفحہ ۳-۴)

اگر مسیح موعود کاذب ہوتے تو خود خدا تعالیٰ انہیں تباہ کر دیتا

"میری نسبت جو کچھ ہمدردی قوم نے کی ہے وہ ظاہر ہے اور غیر قوموں کا بغض ایک طبعی امر ہے۔ ان لوگوں نے کونسا پہلو میرے تباہ کرنے کا اٹھا رکھا۔ کونسا ایذا کا منصوبہ ہے جو انتہا تک نہیں پہنچایا کیا بددعاؤں میں کچھ کسر رہی یا قتل کے منصوبے نامکمل رہے یا ایذا اور توہین کے منصوبے کما حقہٗ ظہور میں نہ آئے پھر وہ کونسا ہاتھ ہے جو مجھے بچاتا ہے اگر میں کاذب ہوتا تو چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ خدا خود میرے ہلاک کرنے کے لئے اسباب پیدا کرتا نہ یہ کہ وقتاً فوقتاً لوگ اسباب پیدا کریں اور خدا ان اسباب کو معدوم کرتا رہے کیا یہی کاذب کی نشانیاں ہوا کرتی ہیں کہ قرآن بھی اس کی گواہی دے اور آسمانی نشان بھی اس کی تائید میں نازل ہوں اور عقل بھی اس کی مؤید ہو اور جو اس کی موت کے شائق ہوں۔ وہی

مرتے جائیں۔ مَیں ہرگز یقین نہیں کرتا۔ کہ زمانہ نبوی کے بعد کسی
اہل اللہ اور اہل حق کے مقابل پر کبھی کسی مخالف کو ایسی ندامت
اور صریح شکست اور ذلت پہنچی ہو۔ جیسا کہ میرے دشمنوں کو میرے
مقابل پر پہنچی ہے۔۔۔۔۔۔۔

اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت
تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور
تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے
بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک
کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی
خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے
کام کو پورا نہ کر لے اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ
ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ
تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم
مت کرو کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔
خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت
بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افتراء کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی
کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو

عین وقت پر خدا وند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سستی کروں۔ اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر مجھے کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر میں حیّ و قیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے ماموریں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے ماموریں کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتا ہے اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو۔" (اربعین ۳ صفحہ ۱۱ و ۱۶ و ۱۷)

مسیح موعودؑ کی صداقت معلوم کرنے کا آسمانی ذریعہ

اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مؤاخذہ الٰہی سے ڈرتے ہیں۔ وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں اور ان کے

فتنوں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جائیں۔ کیونکہ یہ فتنے کوئی نئی بات نہیں اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۂ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص ہو۔ اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے کیا صادق ہے یا کاذب۔ اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ

سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔

یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں۔ لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی برا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ سو اگر تو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینہ کو بکلی بغض اور عناد سے دھو ڈال اور اپنے تئیں بکلی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادیٔ مطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ المبلّغ غلام احمد عفی عنہ۔

(روحانی خزائن جلد چہارم۔ نشانِ آسمانی صفحہ ۴۰۰، ۴۰۱)

فصل ششم

مسیح موعود نے سونے اور جواہرات کی کان کی اطلاع دی

"میری ہمدردی کے جوش کا اصلی محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور

تنگ گزرانی پہ میری جان گھٹی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں۔ اور سچائی اور یقین کے جواہران کو اتنے ملیں۔ کہ ان کے دامن استعداد پُر ہو جائیں۔"

(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۲۳)

مسیح موعود کی بیعت اس طوفان ضلالت میں کشتی نوح کی مانند ہے

پانچویں شاخ اس کارخانہ کی جو خدا تعالے نے اپنی خاص وحی اور الہام سے قائم کی۔ مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفانِ ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہو گا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا اور جو انکار میں رہے گا۔ اس کے لئے موت درپیش ہے اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالے کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور اس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے وفات دوں گا۔ اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت

کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر انہیں غلبہ رہے گا۔"

(فتح اسلام صفحہ ۲۴-۲۵)

مسیح موعود سے بیعت صرف زبانی نہیں بلکہ دل سے ہونی چاہیئے

"خدا تعالےٰ نے مجھے فرمایا۔ اِصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ یعنی میری آنکھوں کے رُوبرو اور میرے حکم سے کشتی بنا وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ نہ تجھ سے بلکہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یہی بیعت کی کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے کے لیئے ہے۔ لیکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں۔ جو صرف زبان سے ہوتی ہے۔ اور دل اس سے غافل بلکہ روگرداں ہے۔ بیعت کے معنی بیچ دینے کے ہیں۔ جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں۔ اور

ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلاء کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔ پس مَیں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے۔ مگر اذن نہیں دیا جاتا۔ کہ ان کو مطلع کر دوں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقامِ خوف ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام صـ۸۷)

بیعت کی حقیقت اور اس کی ضرورت!

"رہی حقیقت بیعت کی سو وہ یہ ہے کہ بیعت کا لفظ بیع سے مشتق ہے اور بیع اس باہمی رضامندی کے معاملہ کو کہتے ہیں۔ جس میں ایک چیز دوسری چیز کے عوض میں دی جاتی ہے سو بیعت سے غرض یہ ہے کہ بیعت کرنیوالا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقّہ اور برکاتِ کاملہ حاصل کرے جو موجبِ معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالےٰ ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بیعت سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطورِ

خود بھی کر سکتا ہے بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں۔ جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں۔ بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پاکر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو۔"

(از ضرورت الامام صفحہ ۲۷)

اِعلان بابت بیعت

"مَیں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبّتِ مولیٰ کا راہ دیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ مَیں اُن کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالےٰ میری دُعا

اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل وجان طیار ہوں گے۔ یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے:۔

"إِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ

بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا

يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ"

(ترجمہ از مرتب) جب تو عزم کرے۔ تو اللہ تعالےٰ پہ بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے ماتحت نظام جماعت کی کشتی تیار کر (جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے) جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے وہ دراصل خدا تعالےٰ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوگا۔ (یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سبز اشتہار ص۲۴)

(بحوالہ تذکرہ صفحہ [illegible])

تکمیل تبلیغ بابت اعلانِ بیعت

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں شائع کیا ہے جس میں بیعت کے لئے حق کے طالبوں کو بلایا ہے اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے۔ اوّل بیعت کنندہ سچے دل سے عہد

اس بات کا کرلے کہ اخیر وقت تک اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے. شرک سے مجتنب رہے۔ دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق اور فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیدا ہو۔ سوم یہ کہ بلا ناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔ چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔ ششم یہ کہ اتباع رسم اور

مطابقت ہوا و ہوس سے باز آئے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنی ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔ **ہفتم** یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر بسر کرے گا۔ **ہشتم** یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔ **نہم** یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔ **دہم** یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوّت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقدِ اخوّت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔"

(بحوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۷ و ۳۴۸)

بیعت کرنیکے بعد اس کا مغز حاصل کرنے کی کوشش کرو

یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا تعالےٰ راضی ہو جاتا

ہے یہ تو صرف پوست ہے مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانونِ قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں۔ وہ مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح ہوتے ہیں۔ جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی جو کسی کام نہیں آسکتے۔ اور ردی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک دو منٹ تک کسی بچے کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو۔ اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ ان دونوں باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اسے ڈرنا چاہیئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس ہوائی انڈے کی طرح ذراسی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہیئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو۔ ایمان محبت، اطاعتِ بیعت، اعتقاد مریدی، اسلام کا مدّعی، سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں ہے۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آجاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے پس نرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو۔ اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے

اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ گذرے۔ وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا۔

اِنسان اصل میں اُنسان سے لیا گیا ہے یعنی جس میں دو حقیقی اُنس ہوں ایک اللہ تعالیٰ سے اور دوسرا بنی نوع کی ہمدردی سے جب یہ دو اُنس اس میں پیدا ہو جاویں اس وقت تک انسان کہلاتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جو انسان کا مغز کہلاتی ہے۔ اور اسی مقام پر انسان اُولو الالباب کہلاتا ہے۔ جب تک یہ نہیں کچھ بھی نہیں۔ ہزار دعوے کر دکھاؤ۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نبی اور اس کے فرشتوں کے نزدیک ہیچ ہے"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۶۷ و صفحہ ۱۶۸)

تقویٰ شعار لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے سلسلۂ بیعت جاری کیا گیا ہے۔

یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمہ

واحدہ پر متحد ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرے کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر اور ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامتِ خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہرا دے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں

اوران کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اوران کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ رُوح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس رُوح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفسِ امّارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیق اللہ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک سے دریغ نہیں کروں گا۔ اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا۔ جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔

اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے۔ ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھلانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے۔ تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن وصلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی

کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا خالص گروہ ہوگا۔ اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کریگا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشیگا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے۔ اس گروہ کو بہت بڑھائیگا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے۔ دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا وَظَاهِرًا وَبَاطِنًا اَسْلَمْنَا لَهٗ هُوَ مَوْلٰنَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ۔

۴؍ مارچ ۱۸۸۹ء (ازالہ اوہام ص۳۴۸ حصہ دوم)

باب دوم

در بارہ

شرط اوّل

اوّل :۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس
بات کا کر لیوے۔ کہ آئندہ اس وقت تک
کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک
سے مجتنب رہے گا۔

شرک کی اقسام اور اس سے بچنے کی تلقین

شرک کی کئی قسم ہیں۔ ایک تو وہ موٹا اور صریح شرک ہے جس میں ہندو، عیسائی، یہود اور دوسرے بت پرست لوگ گرفتار ہیں۔ جس میں کسی انسان یا پتھر اور بیجان چیزوں یا قوتوں یا خیالی دیویوں اور دیوتاؤں کو خدا بنا لیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ شرک ابھی تک دنیا میں موجود ہے لیکن یہ زمانہ روشنی اور تعلیم کا کچھ ایسا زمانہ ہے۔ کہ عقلیں اس قسم کے شرک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئی ہیں یہ جدا امر ہے کہ وہ قومی مذہب کی حیثیت سے بظاہر ان بیہودگیوں کا اقرار کریں۔ لیکن دراصل بالطبع لوگ ان سے متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ مگر ایک اور قسم کا شرک ہے جو مخفی طور پر زہر کی طرح اثر کر رہا ہے۔ اور وہ اس زمانہ میں بہت بڑھتا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ پر بھروسہ اور اعتماد بالکل نہیں رہا......

جب انسان حد سے تجاوز کر کے اسباب ہی پر پورا بھروسہ کرے اور سارا دارو مدار اسباب ہی پر جا ٹھہرے تو یہ وہ شرک ہے جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے دور پھینک دیتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں سبب نہ ہوتا تو میں بھوکا مرجاتا۔ یا اگر یہ

جائداد یا فلاں کام نہ ہوتا۔ تو میرا بُرا حال ہوجاتا۔ فلاں دوست نہ ہوتا تو تکلیف ہوتی۔ یہ امور اس قسم کے ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ جائداد یا اور اور اسباب و احباب پر اس قدر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے بکلی دور جا پڑے یہ خطرناک شرک ہے جو قرآن شریف کی تعلیم کے صریح خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور فرمایا وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ قرآن شریف اس قسم کی آیتوں سے بھرا پڑا ہے کہ وہ متقیوں کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ تو پھر جب انسان اسباب پر تکیہ اور توکل کرتا ہے تو گویا خدا تعالےٰ کی صفات سے حصہ دیتا ہے۔ اور ایک اور خدا اپنے لئے ان اسباب کا تجویز کرتا ہے۔ چونکہ وہ ایک پہلو کی طرف جھکتا ہے اس سے شرک کی طرف گویا قدم اٹھاتا ہے جو لوگ حکام کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اور ان سے انعام یا خطاب پاتے ہیں۔ ان کے دل میں ان کی عظمت خدا کی سی عظمت داخل ہوجاتی ہے۔ وہ ان کے پرستار ہوجاتے

ہیں اور یہی ایک امر ہے جو توحید کا استیصال کرتا ہے اور انسان کو اس کے اصل مرکز سے ہٹا کر دور پھینک دیتا ہے پس انبیاء علیہم السلام یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ اسباب اور توحید میں تناقض نہ ہونے پاوے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر رہے اور مآلِ کار توحید پہ جا ٹھہرے وہ انسان کو یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ ساری عزتیں سارے آرام اور حاجات برآری کا متکفل خدا ہی ہے۔ پس اگر اس کے مقابل میں کسی اور کو بھی قائم کیا جاوے تو صاف ظاہر ہے کہ دو ضدوں کے تقابل سے ایک ہلاک ہو جاتی ہے اس لئے مقدم ہے کہ خدا تعالےٰ کی توحید ہو رعایت اسباب کی جاوے اسباب کو خدا نہ بنایا جاوے۔ اس توحید سے ایک محبت خدا تعالےٰ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ نفع نقصان اس کے ہاتھ میں ہے۔ محسن حقیقی وہی ہے۔ ذرہ ذرہ اسی سے ہے کوئی دوسرا درمیان نہیں آتا۔ جب انسان اس پاک حالت کو حاصل کر لے تو وہ مؤحّد کہلاتا ہے۔ غرض ایک حالت توحید کی یہ ہے کہ انسان پتھروں یا انسانوں یا اور کسی چیز کو خدا نہ بنائے بلکہ ان کو خدا بنانے سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ رعایت اسباب سے نہ گذرے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ اپنے نفس اور وجود کے اغراض کو بھی درمیان

سے اٹھا دیا جاوے اور اس کی نفی کی جاوے۔ بسا اوقات انسان کے زیرِ نظر
اپنی خوبی اور طاقت بھی ہوتی ہے کہ فلاں نیکی میں نے اپنی طاقت سے کی ہے
انسان اپنی طاقت پر ایسا بھروسہ کرتا ہے کہ ہر کام کو اپنی ہی قوت سے
منسوب کرتا ہے انسان مُوحّد تب ہوتا ہے کہ جب اپنی طاقتوں کی بھی
نفی کر دے۔ لیکن اب اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان جیسا کہ
تجربہ دلالت کرتا ہے۔ عموماً کوئی نہ کوئی حصہ گناہ کا اپنے ساتھ رکھتے ہیں
بعض موٹے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور بعض اوسط درجہ کے
گناہوں میں اور بعض باریک در باریک قسم کے گناہوں کا شکار ہوتے
ہیں جیسے بخل، ریاکاری یا اسی قسم کے گناہ کے حصوں میں گرفتار ہوتے
ہیں جب تک ان سے رہائی نہ ملے۔ انسان اپنے گمشدہ انوار کو حاصل
نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بہت سے احکام دیئے
ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کی بجا آوری ہر ایک کو میسر نہیں
ہے۔ مثلاً حج۔ یہ اُس آدمی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو۔ پھر راستہ
میں امن ہو۔ پیچھے جو متعلقین ہیں ان کے گذارہ کا بھی معقول انتظام ہو۔
اور اسی قسم کی ضروری شرائط پوری ہوں تو حج کر سکتا ہے۔ ایسا ہی زکوٰۃ
ہے یہ وہی دے سکتا ہے۔ جو صاحب نصاب ہو۔ ایسا ہی نماز میں بھی تغیرات
ہو جاتے ہیں لیکن ایک بات ہے جس میں کوئی تغیر نہیں وُہ ہے۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

اصل بات یہی ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ سب اس کے مکملات ہیں۔ توحید کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک عبادات کی بجا آوری نہ ہو۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے والا اس وقت اپنے اقرار میں سچا ہوتا ہے کہ حقیقی طور پر عملی پہلو سے بھی وہ ثابت کر دکھائے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا محبوب و مطلوب اور مقصود نہیں ہے۔ جب اس کی یہ حالت ہو اور واقعی طور پر اس کا ایمانی اور عملی رنگ اس اقرار کو ظاہر کرنے والا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور اس اقرار میں جھوٹا نہیں۔ ساری مادی چیزیں جل گئی ہیں اور ایک فنا ان پر اس کے ایمان میں آگئی ہے تب وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ منہ سے نکالتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جو اس کا دوسرا جزو ہے وہ نمونہ کے لئے ہے کیونکہ نمونہ اور نظیر سے ہر بات سہل ہو جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام نمونوں کے لئے آتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جمیع کمالات کے نمونوں کے جامع تھے۔ کیونکہ سارے نبیوں کے نمونے آپ میں جمع ہیں۔

(الحکم جلد ۶ ۲۷ صفحہ ۵ تا ۸ مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء)

(بحوالہ روحانی خزائن ۲ جلد سوم صفحہ ۸۲ تا ۸۳)

توحید کب مکمل ہوتی ہے؟

قرآن شریف کی تعلیم کا اصل مقصد اور مدعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جیسا وحدہٗ لاشریک ہے۔ ایسا ہی محبت کی رو سے بھی اس کو وحدہٗ لاشریک یقین کیا جاوے اور کل انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا اصل منشاء ہمیشہ یہی رہا ہے۔ چنانچہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جیسے ایک طرف توحید کی تعلیم دیتا ہے ساتھ ہی توحید کی تکمیل محبت کی ہدایت بھی کرتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے، یہ ایک ایسا پیارا اور پُرمعنی جملہ ہے کہ اس کی مانند ساری توریت اور انجیل میں نہیں اور نہ دنیا کی کسی اور کتاب نے کامل تعلیم دی ہے۔ اِلٰہ کے معنے ہیں ایسا محبوب اور معشوق جس کی پرستش کی جاوے۔ گویا اسلام کی یہ اصل حقیقت کے مفہوم کو پورے اور کامل طور پر ادا کرتی ہے۔ یاد رکھو کہ جب تک توحید بدوں محبت کے ہو وہ ناقص اور ادھوری ہے۔ خدا سے کامل محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس، غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا تم اپنے

باپوں کو یاد کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔ اب یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ تعلیم نہیں دی۔ کہ تم خدا کو باپ کہا کرو۔ بلکہ اس لئے یہ سکھایا ہے کہ نصاریٰ کی طرح دھوکہ نہ لگے۔ اور خدا کو باپ کرکے پکارا نہ جائے اور اگر کوئی کہے کہ پھر باپ سے کم درجہ کی محبت ہوئی تو اس اعتراض کے رفع کرنے کے لئے اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا نہ ہوتا تو یہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر اب اس نے اس کو حل کر دیا۔ جو باپ کہتے ہیں وہ کیسے گرے کہ ایک عاجز کو خدا کہہ اٹھے۔"

(روحانی خزائن ۲ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۸)

خالص توحید کی حقیقت

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی چیز خدا تعالیٰ کی وحدت کے ساتھ مزاحمت نہیں رکھتی محض اسی کی ذات قائم بنفسہٖ اور ازلی اور ابدی ہے اور باقی سب چیزیں ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت ہیں۔ اور یہی خالص توحید ہے جس کے مخالف عقیدہ رکھنا سراسر شرک ہے۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۱۷۱)

خدا تعالےٰ کی وحدانیت ثابت کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا

خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لئے مشترک ہے۔ دنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بنا دے اور جیسا کہ وہ واحد لاشریک ہے ان میں بھی ایک وحدت پیدا کرے اور تا وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں۔ اور اس کی وحدانیت کی گواہی دیں۔ اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جس کی بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی یعنی جس کا سدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت میں ارادہ فرمایا۔ یہ دونوں قسم کی وحدتیں خدائے واحد لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دوہری شہادت ہو کیونکہ وہ واحد ہے اس لئے اپنے تمام نظام جسمانی اور روحانی میں وحدت کو دوست رکھتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ صورت آپؐ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپؐ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپؐ کا تھا اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا۔ جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۸۲ تا ۸۳)

خُدا تعالیٰ کی توحید پھیلانے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے۔ جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو۔ پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے ..... وہ اس میرے گھر میں

داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ وعدہ ہے
اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے
گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ
نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے
اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ
بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں۔ میرے روحانی گھر میں داخل
ہیں۔ پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ اُن کا
ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی
ابدی اور غیر متغیّر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا۔ نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ
دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ
ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے۔ اور باوجود نزدیک
ہونے کے وہ دُور ہے۔ اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلّیات
الگ الگ ہیں۔ انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی
تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے
اور ایک نئی تجلّی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر
اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ خدا میں
کچھ تغیّر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیّر اور کمالِ تام رکھتا ہے

لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں۔ تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالےٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوئی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اسی پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی۔ مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے۔ اور تمہاری مرضی اس کی مرضی۔ اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مراد یابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے۔ تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ

خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔"

(کشتی نوح ص۱۵ مطبوعہ ۵؍اکتوبر ۱۹۰۲ء)

صفاتِ باری تعالیٰ کو مشاہدہ کے رنگ میں دکھلانیوالا فقط نبی ہوتا ہے

یاد رہے کہ اوّل تو بغیر پیروی نبی کریم کے کامل طور پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات جو اس کی ذات سے الگ نہیں ہو سکتیں بغیر آئینہ وحی نبوت کے مشاہدہ میں آ نہیں سکتیں۔ ان صفات کو مشاہدہ کے رنگ میں دکھلانے والا فقط نبی ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے اگر بفرضِ محال حصول ان کا ناقص طور پر ہو جائے۔ تو وہ شرک کی آلائش سے خالی نہیں جب تک کہ خدا اسی مشوش متاع کو قبول کر کے اسلام میں داخل نہ کرے

کیونکہ جو کچھ انسان کو خدا تعالیٰ سے اس کے رسول کی معرفت ملتا ہے وہ ایک آسمانی پانی ہے اس میں اپنے فخر اور عجب کو کچھ دخل نہیں لیکن انسان اپنی کوشش سے جو کچھ حاصل کرتا ہے اس میں ضرور کوئی شرک کی آلائش پیدا ہو جاتی ہے۔ پس یہی حکمت تھی کہ توحید کو سکھلانے کے لئے رسول بھیجے گئے۔ اور انسانوں کی محض عقل پر نہیں چھوڑا گیا تا کہ توحید خالص رہے اور انسانی عجب کا شرک اس میں مخلوط نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے فلاسفہ کو توحید خالص نصیب نہیں ہوئی کیونکہ وہ رعونت اور تکبر اور عجب میں گرفتار رہے اور توحید خالص نیستی کو چاہتی ہے اور وہ نیستی جب تک انسان سچے دل سے نہ سمجھے کہ میری کوشش کا کچھ دخل نہیں یہ محض انعام الٰہی ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شخص تمام رات جاگ کر اور اپنے نفس کو مصیبت میں ڈال کر اپنے کھیت کی آبپاشی کر رہا ہے اور دوسرا شخص تمام رات سوتا رہا۔ اور ایک بادل آیا اور اس کے کھیت کو پانی سے بھر دیا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ دونوں خدا کا شکر کرنے میں برابر ہوں گے۔

ہرگز نہیں بلکہ وہ زیادہ شکر کرے گا جس کے کھیت کو بغیر اس کی محنت کے پانی دیا گیا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کے کلام میں بار بار آیا ہے کہ اس خدا کا شکر کرو جس نے رسول بھیجے اور تمہیں توحید سکھائی۔

(از حقیقۃ الوحی صـ۱۴۲ تا صـ۱۴۴)

توحید باری تعالیٰ اور اُس کی اقسام

ظاہر ہے کہ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ مُنہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہیں اور دل میں ہزاروں بُت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر و فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے۔ یا کسی انسان پر ایسا بھروسہ کرتا ہے جو خدا تعالےٰ پر رکھنا چاہیئے۔ یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہیئے ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک بُت پرست ہے بُت صرف وہی نہیں جو سونے یا چاندی یا پیتل یا پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں اور ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دی جاوے جو خدا تعالےٰ کا حق ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں بُت ہے ...... یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شرک سے خواہ بُت ہو یا انسان ہو۔ خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو منزّہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا۔ کوئی رازق نہ ماننا۔ کوئی مُعِزّ اور مُذِلّ خیال

نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا۔ اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ھَالِکَۃُ الذَّات اور بَاطِلَۃُ الْحَقِیْقَت خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذاتِ باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر ربّ الانواع یا فیض رساں نظر آتے ہیں اس کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا اور اسی میں کھوئے جانا۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۹ تا ۳۱)

مطبوعہ ۱۸۹۷ء

خدا تعالیٰ کے ربّ العرش ہونے سے کیا مراد ہے؟

ہم لوگ جو خدا تعالیٰ کو ربّ العرش کہتے ہیں تو اس سے مطلب

نہیں کہ وہ جسمانی اور جسم ہے اور عرش کا محتاج ہے بلکہ عرش
سے مراد وہ مقدس بلندی کی جگہ ہے جو اس جہان اور آنے والے
جہان سے برابر نسبت رکھتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو عرش پر کہنا
درحقیقت ان معنوں سے مرادف ہے کہ وہ مالک السموات ہے اور جیسا کہ
ایک شخص اونچی جگہ بیٹھ کر یا کسی نہایت اونچے محل پر چڑھ کر یمین و
یسار پر نظر رکھتا ہے ایسا ہی استعارہ کے طور پر خدا تعالیٰ کو بلند
سے بلند تخت پر تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی نظر سے کوئی چیز چھپی ہوئی
نہیں۔ نہ اس عالم کی اور نہ اس دوسرے عالم کی ہاں اس مقام کو
عام سمجھوں کے لئے اوپر کی طرف بیان کیا جاتا ہے کیونکہ جبکہ خدا
تعالیٰ حقیقت میں سب سے اوپر ہے اور ہر ایک چیز اس کے پیروں
پر گری ہوئی ہے اور اوپر کی طرف سے اس کی ذات کو مناسبت
ہے مگر اوپر کی طرف وہی ہے جس کے نیچے دونوں عالم واقع ہیں۔
اور وہ ایک انتہائی نقطہ کی طرح ہے جس کے نیچے سے وہ عظیم
الشان عالم کی دو شاخیں نکلتی ہیں۔ اور ہر ایک شاخ ہزارہا عالم
پر مشتمل ہے جن کا علم بجز اس ذات کے کسی کو نہیں جو اس نقطہ انتہائی
پر مستوی ہے جس کا نام عرش ہے اس لئے ظاہری طور پر بھی وہ
اعلیٰ سے اعلیٰ بلندی جو اوپر کی سمت میں اس انتہائی نقطہ میں

منصوّر ہو جو دونوں عالم کے اوپر ہے۔ وہی عرش کے نام سے عندالشرع موسوم ہے۔ اور یہ بلندی جامعیت ذات باری کی ہے۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ مبدأ ہے۔ ہر ایک فیض کا اور مرجع ہے ہر ایک چیز کا اور مسجود ہے۔ ہر ایک مخلوق کا۔ اور سب سے اونچا ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور کمالات میں۔ ورنہ قرآن فرماتا ہے کہ وہ ہر ایک جگہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا کا منہ ہے۔ اور فرماتا ہے ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنی جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد یعنی ہم انسان سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ یہ تینوں تعلیموں کا نمونہ ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔"

(روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۹۱ و ۴۹۲)

قادر و قیوم خدا کے عجائباتِ قدرت

کیا ہی قادر و قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ مگر وہی جو اس کی کتاب اور وعدہ

کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ
کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جس
پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں۔ کیونکہ وہ مردود ہیں ان کی دعائیں
ہرگز قبول نہیں ہوں گی۔ وہ اندھے ہیں نہ سجاکھے وہ مُردے ہیں
نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور
اس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اس کو کمزور
سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ ان کی حالت
ہے۔ لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو۔ تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین
رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہو گی۔
اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا۔ جو ہم نے دیکھے ہیں۔
اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اس شخص کی دعا
کیونکر منظور ہو۔ اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو
اس کے نزدیک قانونِ قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ
پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان
تو ایسا مت کر........ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں
خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا
سلسلہ جاری رہے۔ لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے

کہ تمہارا پیچ پیچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اُترتی ہے تم راستباز اس وقت بنو گے جب کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب روح القدس تمہاری مدد کرے گی۔ اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائیگی اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وہ مُنہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالتے۔ ان کے پیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے۔ تو کیا کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں۔ نہیں بلکہ یک دفعہ گر پڑینگی اور احتمال ہے کہ ان سے کئی خون بھی ہو جائیں؟ اس طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے ...... یہی خوش حالی کا سرچشمہ خدا ہے۔ پس جبکہ

اس حیّ و قیّوم خدا سے یہ لوگ بے خبر ہیں بلکہ لا پرواہ ہیں۔ اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں۔ تو سچی خوش حالی ان کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک ہی ہو اس انسان کو جو اس راز کو سمجھ لے۔ اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہیں سمجھا ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۸-۳۱-۳۳)

حمد باری تعالیٰ

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں

سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یار سا نہیں

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں

اس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں

(درثمین)

باب سوم

درباره

شرطِ دوم

دوم۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا

اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور

اور ظلم اور خیانت اور فساد

اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا

اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب

نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

فصلِ اوّل

جھوٹ سے پرہیز ضروری ہے

قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رجس قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ دیکھو یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسے بُت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمع سازی کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے تو جلدی سے دُور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں تب جا کر سچ بولنے کی عادت ان کو ہو گی۔"

(روحانی خزائن ۱۰؁ جلد سوم صفحہ ۳۵۰)

جھوٹوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے

قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے اور نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں۔ اور جھوٹے بے ایمان ہوتے ہیں۔ اور جھوٹوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو۔ بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو۔ اور ان کو اپنا یار دوست مت بناؤ۔ اور خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ جب تو کوئی کلام کرے تو تیری کلام محض صدق ہو۔ ٹھٹھے کے طور پر بھی اس میں جھوٹ نہ ہو۔"

(روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۸۷)

سچائی انسانی فطرت کا ایک خاصہ ہے

اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کا خاصہ ہے۔ سچائی ہے انسان جب تک کوئی غرض نفسانی اس کی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کو تحقیر کی نظر سے

دیکھنا ہے لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہوسکتی بلکہ بچے اور دیوانے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں۔ سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جبتک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چنداں حرج نہیں۔ اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اس کو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ نخواہ جھوٹ بولے۔ پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو۔ اس میں خدا کی تعلیم یہ ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔ كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ

وَالْاَقْرَبِیْنَ۔ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ (ترجمہ) بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کے لئے بلائے جاؤ تو جانے سے انکار مت کرو اور سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔ اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہے اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو۔ حق اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو۔ جھوٹ مت بولو۔ اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے یا اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ کو اور چاہیئے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی سے نہ روکے۔ سچے مرد اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائینگے۔ ان کی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی" صفحہ ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲)

سچائی کی برکت سے مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مقدمہ سے بری ہونا

"از انجملہ ایک واقعہ یہ ہے کہ تخمیناً ۲۷ یا ۲۸ برس کا عرصہ گذرا ہوگا۔ یا اس سے کچھ زیادہ ہوگا کہ اس عاجز نے اسلام کی تائید میں آریوں کے مقابل پر ایک عیسائی کے مطبع میں جس کا نام رلیا رام تھا اور وکیل بھی تھا۔ اور امرتسر میں رہتا تھا اور اس کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا ایک مضمون بغرض طبع ہونے کے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں بھیجا۔ اور اس پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ چونکہ خط میں ایسے الفاظ تھے جس میں اسلام کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ تھا اور مضمون کے چھاپ دینے کے لئے تاکید بھی تھی۔ اسلئے وہ عیسائی مذہب کی مخالفت کی وجہ سے افروختہ ہوا۔ اور اتفاقاً اس کو دشمنانہ حملہ کے لئے یہ موقعہ ملا کہ کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانوناً ایک جرم تھا۔ جس کی اس عاجز کو کچھ بھی اطلاع نہ تھی اور ایسے جرم کی سزا میں قوانین ڈاک کی رو سے پانچ سو روپے جرمانہ اور چھ ماہ تک قید ہے۔ سو اس نے مخبر بن کر افسرانِ ڈاک سے اس عاجز پر مقدمہ دائر کر دیا۔ اور قبل اس کے

کہ مجھے اس مقصد کی کچھ اطلاع ہو رڈ یا میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا کہ رلیا رام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کے لئے مجھ کو بھیجا ہے۔ اور میں نے اسے مچھلی کی طرح تل کر واپس بھیج دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آخر مقدمہ جس طرز سے عدالت میں فیصلہ پایا وہ ایک ایسی نظیر ہے جو وکیلوں کے کام میں آسکتی ہے۔ غرض میں اس جرم میں صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا۔۔۔ اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا گیا کہ کیا یہ خط تم نے اپنے پیکٹ میں رکھ دیا تھا۔ اور یہ خط اور پیکٹ تمہارا ہے؟ تب میں نے بلا توقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط ہے اور میرا ہی پیکٹ ہے۔۔۔۔ اس بات کو سنتے ہی خدا تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا۔ اور میرے مقابل پر افسر ڈاک خانجات نے بہت شور مچایا۔۔۔۔ وہ حاکم تو تو کرکے اس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔۔۔ اور شاید سطر یا ڈیڑھ سطر لکھ کر مجھ کو کہا کہ اچھا آپ کے لئے رخصت۔ یہ سنکر میں کمرۂ عدالت سے باہر آیا اور اپنے محسن حقیقی کا شکر بجا لایا۔"

(احمدی اور غیر احمدی میں فرق" صفحہ ۹)

فصلِ دوم

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ کی بےنظیر تفسیر

اب اس کے بعد روحانی وجود کا چوتھا درجہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ یعنی تیسرے درجہ سے بڑھ کر مومن وہ ہیں جو اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہواتِ ممنوعہ سے بچاتے ہیں یہ درجہ تیسرے درجہ سے اس لئے بڑھ کر ہے کہ تیسرے درجہ کا مومن تو صرف مال کو جو اس کے نفس کو نہایت پیارا اور عزیز ہے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے لیکن چوتھے درجہ کا مومن وہ چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں نثار کرتا ہے جو مال سے زیادہ پیاری اور محبوب ہے۔ یعنی شہوات نفسانیہ۔ کیونکہ انسان کو اپنی شہوات نفسانیہ سے اس قدر محبت ہے کہ وہ اپنی شہوات پورا کرنے کے لئے اپنے مال عزیز کو پانی کی طرح خرچ کرتا ہے ہزار ہا روپیہ شہوات کے پورا کرنے کے لئے برباد کر دیتا ہے اور شہوات کو پورا کرنے کے لئے مال کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسے بخیل طبع اور بخیل لوگ جو ایک محتاج بھوکے اور ننگے کو باعث سخت بخل کے پیسہ بھی دے نہیں سکتے شہوات نفسانیہ

کے جوش میں بازاری عورتوں کو ہزارہا روپیہ دے کر اپنا گھر ویران کر لیتے ہیں پس معلوم ہوا کہ سیلاب شہوات ایسا تند اور تیز ہے کہ بخل جیسی بیماری کو بھی بہالے جاتا ہے۔ اسلئے یہ بدیہی امر ہے کہ بہ نسبت اس قوت ایمانی کے ذریعہ جس کے ذریعہ سے بخل دور ہوتا ہے اور انسان اپنا عزیز مال خدا کے لئے دیتا ہے یہ قوت ایمانی جس کے ذریعہ سے انسان شہوات نفسانیہ کے طوفان سے بچتا ہے نہایت زبردست اور شیطان کا مقابلہ کرنے میں نہایت سخت اور نہایت دیرپا ہے کیونکہ اس کا کام یہ ہے کہ نفس امارہ جیسے پرانے اژدہا کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالتی ہے اور بخل تو شہوات نفسانیہ کے پورا کرنے کے جوش میں اور تیزی یا اور نمود میں بھی دور ہو سکتا ہے۔ مگر یہ طوفان جو نفسانی شہوات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے یہ نہایت سخت اور دیرپا طوفان ہے۔ جو کسی طرح بجز رحم خداوندی کے دور ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جس طرح جسمانی وجود کے تمام اعضا میں سے ہڈی نہایت سخت ہے۔ اور اس کی عمر بھی لمبی ہوتی ہے اسی طرح اس طوفان کے دور کرنے والی قوت ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کرکے پامال کر سکے اور وہ بھی خدا تعالے کے رحم سے کیونکہ شہوات نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پُرآشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت

احمدیت کے فرد نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ کو کہنا پڑا۔ وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ نفس نہایت درجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور اسکے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرماوے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ہے طوفان نوحؑ کے ذکر کے وقت بھی اسی کے مشابہ الفاظ ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفان شہوات نفسانیہ اپنی عظمت اور ہیبت میں نوحؑ کے طوفان سے مشابہ ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۴)

(تصنیف سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

پاکدامنی حاصل کرنے کے پانچ گُر

ان آیات میں خدائے تعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کیلئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاکدامن رہنے کیلئے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔ کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا۔ نامحرموں کے قصے نہ سننے اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا

ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اس کے جذباتِ شہوت محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں۔ اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں۔ اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں۔ اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں۔ لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ

مرد اس سے ناٹھوکر نہ کھا دیں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آ دیں سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل ہمارے خطرات سے پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی اس میں کیا شک کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر ہم امید رکھیں۔ کہ اس کتے کے دل میں خیال تک اُن روٹیوں کا نہ آدے۔ تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقعہ بھی نہ ملے۔ اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آئے جس سے یہ خطرات جنبش کر سکیں۔ اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جاوے۔ کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو

اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے۔ اس کو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اس تمدنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خُلق کے رنگ میں آجائیگی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خُلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی" صفحہ ۵۲ تا ۵۶)

ناپاک خیالات سے پرہیز نہ کرنیوالا جماعت سے کاٹا جائیگا

وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنیوالوں پر رحم کرتا ہے سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کیلئے چُنا ہے سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا۔ وہ اس جماعت سے کاٹا جائیگا۔ اے خدا کے بندو دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو۔ مگر

خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو۔ حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ۔ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھ لو۔ کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کیونکر ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے۔

(راز حقیقت صفحہ ۵ مطبوعہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

فصل سوم

جماعت کو ظلم اور فتنہ و فساد کا خیال بھی دل میں نہ لانا چاہیئے

میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلقِ ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آ سکے۔ وہ پنجوقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بیجا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے ...... اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبان اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور

فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچائیں اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اتلافِ حقوق اور بے جا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بد صحبت میں نہ بیٹھیں اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو ان کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے ...... یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالےٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دور کرو۔ اور ایسے انسان سے پرہیز کرو۔ جو خطرناک ہے۔ اور چاہیئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کے لیئے سچّے ناصح بنو۔ اور چاہیئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گزر نہ ہو۔ اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔"

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم صلا۔۴۲-۴۳)

فصل چہارم

نفس کے لئے خدا تعالیٰ کے حکم کو ٹالنے والا کا انجام

جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے۔ وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو۔ جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے۔ تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابل پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا۔ تیز قدم اٹھاؤ۔ جو شام نزدیک ہے۔ جو کچھ پیش کرتا ہے۔ وہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو۔ یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو۔ جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

(کشتی نوح صفحہ ۳۵ مطبوعہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

باب چہارم

دربارۂ

شرط سوم

سوم :۔ یہ کہ بلا ناغہ نمازِ[11] پنج وقتہ مناسب حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد[12] کے پڑھنے اور اپنے[13] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز[14] اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار[15] کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت[16] سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اسکی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنالے گا۔

فصل اوّل

پنجوقتہ نمازوں کو حضورِ قلب سے اور تمام ارکان کو سنوار کر ادا کرو

"اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو. آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کیئے جاؤ گے. جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے. سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو. کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو. اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پُورے کرو. ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے، وہ زکوٰۃ دے. اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وُہ حج کرے. نیکی کو سنوار کر ادا کرو. اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو. یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے. ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے. جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی. وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا"

(کشتی نوح صہ ۲۱ مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

نماز کی اصلیت اور حقیقی رنگ

نماز کیا چیز ہے؟ وہ دُعا ہے جو تسبیح، تحمید، اور تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دُعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ اُن کی نماز اور اُن کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے۔ باقی اپنی تمام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو۔ تاکہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔ پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں۔ وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔ تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیّر ہیں۔ جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔ پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ

حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

دُوسرا تغیّر اسوقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہوکر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہوجاتا ہے اور تسلّی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہوجاتا ہے اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔

تیسرا تغیر تم پر اُسوقت آتا ہے جو اس بلا سے رہائی پانے کی بکلّی امید منقطع ہوجاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرار داد جُرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہوجاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہوجاتا ہے اور تمام اُمیدیں

دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس رُوحانی حالت کے مقابل پر نمازِ مغرب مقرر ہے۔

چوتھا تغیّر اُسوقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اسکی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے۔ مثلاً جبکہ فردِ قرار دادِ جُرم اور شہادتوں کے بعد حکمِ سزا تم کو سُنایا جاتا ہے۔ اور قید کے لئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اُس وقت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اس رُوحانی حالت کے مقابل پر نمازِ عشاء مقرر ہے۔

پھر جبکہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو۔ تو آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخرکار صبح نکلتی ہے۔ اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ سو اس رُوحانی حالت کے مقابل پر نمازِ فجر مقرر ہے۔ اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیّرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں۔ پس اگر تم

چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچتے رہو۔ تو تم پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وُہ تمہاری اندرونی اور رُوحانی تغیّرات کا ظلّ ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے۔ تم نہیں جانتے کہ نیا دِن چڑھنے والا کس قِسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا۔ پس قبل اس کے جو دِن چڑھے۔ تم اپنے مَولیٰ کی جناب میں تضرّع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔"

(کشتی نوح ص۸۷ مطبوعہ ۲۵ راکتوبر ۱۹۰۲ء)

نماز میں اُنس اور شوق پیدا ہونیکی دُعا

اے اللہ تُو مجھے دیکھتا ہے کہ مَیں کیسا اندھا اور نابینا ہوں۔ اور مَیں اِس وقت بالکل مُردہ حالت میں ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئیگی تو مَیں تیری طرف آجاؤنگا اُس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میرا دِل اندھا اور ناآشنا ہے۔ تو ایسا شعلۂ نور اسپر نازل کر کہ تیرا اُنس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے تو ایسا فضل کر کہ مَیں نابینا نہ اُٹھوں اور اندھوں میں نہ جا ملوں۔

جب اِس قِسم کی دُعا مانگے گا۔ اور اسپر دوام اختیار کریگا۔

تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اُس پر ایسا آئیگا کہ اس پے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اُس پر گرے گی، جو رقت پیدا کر دیگی"
(روحانی خزائن ۱۲۲ از ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۱۲)

زاہدانہ زندگی کا بڑا معیار نماز ہے

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور میں گریاں رہتا ہے، امن میں رہتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح جو نماز میں تضرع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور میں گڑگڑانے والا اپنے آپکو ربوبیت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو اس نے ایمان کا حظ نہیں اٹھایا، جس نے نماز میں لذت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں ہے بعض لوگ نماز کو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں اور پھر لمبی چوڑی دعا شروع کرتے ہیں حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کے لئے ملا تھا، اس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد جلد ختم کرنے میں گذار دیتے ہیں۔ اور حضور الٰہی سے نکل کر دعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دعا مانگو۔ نماز کو دعا

کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

پوری تضرّع سے عرضِ حال کیا جائے

فاتحہ۔ فتح کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ مومن کو مومن اور کافر کو کافر بنا دیتی ہے۔ یعنی دونوں میں ایک امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ اور دل کو کھول دینے۔ سینہ میں ایک انشراح پیدا کرتی ہے۔ اس لئے سورہ فاتحہ کو بہت پڑھنا چاہیئے اور اس دعا پر خوب غور کرنا ضروری ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ سائل کامل اور محتاج مطلق کی صورت بنا دے۔ اور جیسے ایک فقیر سائل نہایت عاجزی سے کبھی کبھی اپنی شکل سے اور کبھی آواز سے دوسرے کو رحم دلاتا ہے۔ اسی طرح سے چاہیئے کہ پوری تضرّع اور ابتہال کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حضور عرض حال کیا جائے۔ پس جب تک نماز میں تضرّع سے کام نہ لے۔ اور دعا کے لئے نماز کو ذریعہ قرار نہ دے نماز میں لذت کہاں۔

اپنی زبان میں دعائیں کریں

یہ ضرورت ثابت نہیں ہے کہ دعائیں عربی زبان میں کی جاویں چونکہ اصل غرض نماز کی تضرّع اور ابتہال ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کرے۔ انسان کو اپنی مادری زبان سے

ایک خاص اُنس ہوتا ہے۔ اور وہ پھر اسپر قادر ہوتا ہے۔ اور دوسری زبان سے خواہ اس میں کس قدر دخل ہو۔ اور مہارت کامل ہو۔ ایک قسم کی اجنبیت باقی رہتی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ مادری زبان ہی میں دُعا مانگے"۔ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام
(روحانی خزائن ۲۱ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶)

وُضُوء کے فوائد

اطبّاء کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہر روز مُنہ نہ دھوئے تو آنکھ آجاتی ہے۔ اور یہ نزول الماء کا مقدمہ ہے۔ اور بہت سی بیماریاں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر بتاؤ وضوء کرتے ہوئے کیوں موت آتی ہے۔ بظاہر کیسی عمدہ بات ہے۔ مُنہ میں پانی ڈال کر کلّی کرنا ہوتا ہے۔ مسواک کرنے سے مُنہ کی بدبو دُور ہوتی ہے۔ دانت مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں کی مضبوطی غذا کو عمدہ طور پہ چبانے اور جلد ہضم ہو جانے کا باعث ہوتی ہے۔ پھر ناک صاف کرنا ہوتا ہے ناک میں کوئی بدبو داخل ہو تو دماغ پراگندہ کر دیتی ہے۔ اب بتلاؤ اس میں بُرائی کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی حاجات لے جاتا ہے۔ اور اسکو اپنے عرض کرنے کا موقع ملتا

ہے۔ دُعا کرنے کے لئے فرصت ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ نماز میں ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ اگرچہ بعض نمازیں پندرہ منٹ سے کم میں ادا ہو جاتی ہیں۔ پھر بڑی حیرانی کی بات ہے کہ نماز کے وقت کو تضیع اوقات سمجھا جاتا ہے جس میں اس قدر بھلائیاں اور فائدے ہیں۔ کہ سارا دن اور ساری رات لغو اور فضول باتوں یا کھیل اور تماشوں میں ضائع کر دیں تو اس کا نام مصروفیت رکھا جاتا ہے۔ اگر قوی ایمان ہوتا۔ قوی تو ایک طرف اگر ایمان ہی ہوتا تو یہ حالت کیوں ہوتی۔ اور یہاں تک حالت کیوں پہنچتی؟!

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ روحانی خزائن ۲۱ جلد دوم صفحہ ۵۲، ۵۳)

ارکان نماز دراصل آدابِ خدمتگاران ہیں

ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اور قیام بھی آدابِ خدمتگاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے۔ بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیلِ حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے۔ اور سجدہ کمال آداب اور کمال تذلّل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طریق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے

ہیں۔ اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے۔
علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی
رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا
ایک عکس ہے) صرف نقّال کی طرح نقلیں اُتاری جاویں۔ اور
اسے ایک بارِ گراں سمجھ کر اُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی
بتاؤ۔ اِس میں کیا لذّت اور حظّ آسکتا ہے۔ اور جبتک لذّت اور
سرور نہ آئے۔ اس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی۔ اور یہ اُس وقت ہوگا
جبکہ رُوح بھی ہمہ نیستی اور تذلّل تام ہوکر آستانۂ الوہیّت پر
گرے۔ اور جو زبان بولتی ہے، رُوح بھی بولے۔ اُس وقت
ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔"

(رُوحانی خزائن ۲ جلد اوّل صفحہ ۱۶۴)

یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کی لطیف تفسیر

جہاں تک ہوسکے، پاک اور صاف ہوکر اور نفیِ خطرات
کر کے نماز ادا کریں۔ اور کوشش کریں کہ نماز ایک گری ہوئی
حالت میں نہ رہے۔ اور اس کے جس قدر ارکان حمد و ثناءِ حضرت
عزّت اور توبہ استغفار اور دُعا اور دُرود ہیں۔ وُہ دِلی جوش سے

صادر ہوں۔ لیکن یہ تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ کہ ایک فوق العادت محبتِ ذاتی اور خشوعِ ذاتی اور محویت سے بھرا ہوا ذوق و شوق اور ہر ایک کدورت سے خالی حضور اُن کی نماز میں پیدا ہو جائے۔ گویا وُہ خدا کو دیکھ لے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک نماز میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو۔ وُہ نقصان سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ مُتّقی وُہ ہیں جو نماز کو کھڑی کرتے ہیں۔ اور کھڑی وُہی چیز کی جاتی ہے جو گرنے کیلئے مستعد ہے۔ پس آیت یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کے یہ معنے ہیں کہ جہانتک اُن سے ہو سکتا ہے نماز کو قائم کرنے کیلئے کوشش کرتے ہیں اور تکلّف اور مجاہدات سے کام لیتے ہیں۔ مگر انسانی کوششیں بغیر خُدا تعالیٰ کے فضل کے بیکار ہیں۔ اسلئے اس کریم و رحیم نے فرمایا ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی جہاں تک ممکن ہو وُہ تقویٰ کی راہ سے نماز کی اقامت میں کوشش کریں۔ پھر اگر وہ میرے کلام پر ایمان لاتے ہیں تو مَیں انکو فقط انہی کی کوشش اور سعی پر نہیں چھوڑوں گا۔ بلکہ میں آپ ان کی دستگیری کروں گا۔ تب ان کی نماز ایک اور رنگ پکڑ جائیگی۔ اور ایک اور کیفیت اُن میں پیدا ہو جائے گی۔ جو اُنکے خیال و گمان میں بھی نہیں تھی۔ یہ فضل محض اس لئے ہوگا کہ وُہ خدا تعالیٰ

کے کلام قرآن شریف پر ایمان لائے۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکا، اسکے احکام کے مطابق عمل میں مشغول رہے۔ غرض نماز کے متعلق جس زاید ہدایت کا وعدہ ہے۔ وہ یہی ہے کہ اس قدر طبعی جوش اور ذاتی محبت اور خشوع اور کامل حضور میسر آجائے کہ انسان کی آنکھ اپنے محبوب حقیقی کے دیکھنے کیلئے کھل جائے اور خارق عادت کیفیت مشاہدہ جمال باری کی میسر آجائے جو لذّاتِ روحانیہ سے سراسر معمور ہو۔ اور دنیوی رذائل اور انواع واقسام کے معاصی قولی اور فعلی اور بصری اور سماعی سے دل کو متنفر کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان الحسنات یذھبن السیئات

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶)

ادائیگی نماز میں سستی اور کاہلی غضب الٰہی کا موجب ہے

"ابدال، قطب اور غوث وغیرہ جس قدر مراتب ہیں۔ یہ کوئی نماز اور روزوں سے ہاتھ نہیں آتے۔ اگر ان سے یہ مل جاتے تو پھر یہ عبادات تو سب انسان بجالاتے ہیں۔ سب کے سب کیوں نہ ابدال اور قطب بن گئے۔ جب تک انسان صدق وصفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کا بندہ نہ ہوگا۔ تب تک کوئی درجہ ملنا مشکل ہے۔ جب ابراہیم کی نسبت خدا تعالیٰ

نے شہادت دی۔ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى۔ کہ ابراہیم وہ شخص ہے
جس نے اپنی بات کو پُورا کیا۔ تو اس طرح سے اپنے دل کو غیر سے
پاک کرنا اور محبت الٰہی سے بھرنا۔ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق چلنا
اور جیسے ظِلّ اصل کا تابع ہوتا ہے۔ ویسے ہی تابع ہونا کہ اس کی
اور خدا کی مرضی ایک ہو۔ کوئی فرق نہ ہو۔ یہ باتیں دعا سے حاصل
ہوتی ہیں۔ نماز اصل میں دُعا کیلئے ہے کہ ہر ایک مقام پر دُعا
کرے۔ لیکن جو شخص سویا ہوا نماز ادا کرتا ہے کہ اسے اس کی خبر
ہی نہیں ہوتی۔ تو وہ اصل میں نماز نہیں۔ جیسے دیکھا جاتا ہے کہ
بعض لوگ پچاس پچاس سال نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن ان کو کوئی
فائدہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ نماز وہ شئے ہے کہ جس سے پانچ دن میں
رُوحانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ بعض نمازیوں پر خدا تعالےٰ نے
لعنت بھیجی ہے۔ جیسے فرماتا ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۔
ویل کے معنی لعنت کے بھی ہوتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ ادائیگی نماز
میں انسان سست نہ ہو اور نہ غافل ہو۔ ہماری جماعت اگر
جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ ایک موت اختیار کرے۔
نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے
پر مقدم رکھے۔" (ملفوظات جلد ششم ص۱۷۱)

غیر اللہ کی طرف جھکنا ترکِ نماز کا باعث بنجاتا ہے

پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ نماز جو اپنے اصلی معنوں میں نماز ہے۔ دُعا سے حاصل ہوتی ہے۔ غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت مخالف ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ دعا کا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ جب تک انسان پورے طور پر حنیف ہو کر اللہ تعالیٰ ہی سے سوال نہ کرے اور اسی سے نہ مانگے۔ سچ سمجھو۔ کہ حقیقی طور پر وہ سچا مسلمان اور سچا مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسلام کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اس کی تمام طاقتیں اندرونی ہوں یا بیرونی، سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کے آستانہ پر گری ہوئی ہوں۔ جس طرح پر ایک بڑا انجن بہت سی کلوں کو چلاتا ہے۔ پس اسی طور پر جب تک انسان اپنے ہر کام اور ہر حرکت و سکون کو اسی انجن کی طاقت عظمیٰ کے ماتحت نہ کر لیوے۔ وہ کیونکر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کہتے وقت واقعی حَنِیْف کہہ سکتا ہے؟ جیسے مُنہ سے کہتا ہے۔ ویسے ہی ادھر کی طرف متوجہ ہو تو لاریب وُہ مسلم ہے۔ وہ مومن اور حنیف ہے

لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا غیر اللہ سے سوال کرتا ہے۔ اور اُدھر بھی جھکتا ہے۔ وہ یاد رکھے کہ بڑا ہی بدقسمت اور محروم ہے کہ اسپر وہ وقت آجانے والا ہے کہ وہ زبانی اور نمائشی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جھک سکے۔ ترک نماز کی عادت اور کسل کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کیونکہ جب انسان غیر اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ تو روح اور دل کی طاقتیں اس درخت کی طرح (جس کی شاخیں ابتداءً ایک طرف کر دی جائیں اور اس طرف جھک کر پرورش پالیں) ادھر ہی جھکتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سختی اور تشدّد اُسکے دل میں پیدا ہوکر اسے مُنجمد اور پتھر بنا دیتا ہے۔ جیسے وہ شاخیں پھر دُوسری طرف مُڑ نہیں سکتیں۔ اسی طرح دل اور رُوح دن بدن خدا تعالیٰ سے دُور ہوتی جاتی ہے۔ پس یہ بڑی خطرناک اور دل کو کپکپا دینے والی بات ہو کہ انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۲)

نماز کی امامت

اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ سے ایک لطیف استدلال

یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر اور مکذّب یا متردّد کے پیچھے نماز

پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف
حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ
یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ
اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ اور تمہارا امام
تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ
خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو
جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا
ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال
میں مجھے حکم ٹھیراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے
فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔
اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس
جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو
مجھے خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا، اس لئے
آسمان پر اس کی عزت نہیں۔"

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۶ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۔ [illegible])

فصل دوم

تہجّد

فرمایا :-

"میں نہیں سمجھتا کہ رات اور دن میں کیا فرق ہے۔ صرف نُور اور ظلمت کا فرق ہے۔ سو وہ نور تو مصنوعی بھی بن سکتا ہے۔ بلکہ رات میں تو یہ ایک برکت ہے۔ خدا نے بھی اپنے فیضان عطا کرنے کا وقت رات ہی رکھا ہے۔ چنانچہ تہجد کا حکم رات کو ہے۔ رات میں دُوسری طرفوں سے فراغت اور کشمکش سے بے فکری ہوتی ہے۔ اچھّی طرح دِلجمعی سے کام ہوسکتا ہے۔ رات کو مُردہ کی طرح پڑے رہنا، اور سونے سے کیا حاصل ہے"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۳۸)

تہجّد کا طریق

عبدالعزیز صاحب سیالکوٹی نے لائلپور میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز اس طرح سے جیسا کہ اب تعامل اہلِ اسلام ہے۔ بجا نہ لاتے۔ بلکہ آپ صرف اُٹھ کر قرآن شریف پڑھ لیا کرتے۔ اور ساتھ ہی یہ بیان کیا کہ یہی مذہب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ . . . حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بوساطت منشی نبی بخش احمد اور مولوی نورالدین صاحب یہ امر تحقیق کے لئے پیش کیا گیا۔ جس پر حضرت امام الزمان علیہ السلام نے مفصّلہ ذیل فتویٰ دیا کہ :۔

"میرا یہ مذہب ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر فقط قرآن شریف پڑھ لیا کرتے تھے اور بس۔ مَیں نے یہ بیان کیا تھا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو۔ یا ایسی وجہ ہو کہ وہ تہجّد کے نوافل ادا نہ کر سکے۔ تو وُہ اُٹھ کر استغفار اور درود شریف، الحمد شریف ہی پڑھ لیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نوافل ادا کرتے۔ آپ کثرت سے گیارہ رکعت پڑھتے۔ آٹھ نفل اور تین وتر۔ آپ کبھی

ایک ہی وقت میں ان کو پڑھ لیتے۔ اور کبھی اس طرح سے ادا کرتے کہ دو رکعت پڑھ لیتے اور پھر سو جاتے اور پھر اُٹھتے اور دو رکعت پڑھ لینے کے بعد سو جاتے۔ غرض سو کر اور اُٹھ کر نوافل اسی طرح ادا کرتے جیسا کہ تعامل ہے۔ اور جس کو اب چودھویں صدی گذر رہی ہے۔" (البدر جلد ۲ نمبر ۴۲ صفحہ ۳۳۵ مورخہ ۱۶ ر نومبر ۱۹۰۳ء بحوالہ ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳)

راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دُعائیں مانگو

خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے۔ اُس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دُعائیں مانگو، اور اُس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دُعا کے لئے کئی مواقع ہیں۔ رکوع، قیام، قعدہ، سجدہ وغیرہ۔ پھر آٹھ پہروں میں پانچ مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ فجر، ظہر، عصر، شام اور عشاء ان پر ترقی کرکے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں۔ یہ سب دُعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔ نماز کی اصلی غرض اور مغز

دعا ہی ہے۔ اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے، اضطراب ظاہر کرتا ہے۔ تو ماں کس قدر بیقرار ہو کر اسکو دُودھ دیتی ہے۔ اُلوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع خضوع کے ساتھ اسکے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو اُلوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے۔ اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دُودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲)

برکت باتیں بنانے سے نہیں بلکہ عمل کرنے سے ملتی ہے

جو لوگ برکت پاتے ہیں، ان کی زبان بند اور عمل انکے وسیع اور صالح ہوتے ہیں۔ پنجابی میں کہاوت ہے کہ کہتا ایک جانور ہوتا ہے، اُسکی بدبو سخت ہوتی ہے۔ اور کرنا خوشبودار درخت

ہوتا ہے۔ سو ایسا ہی چاہیئے کہ انسان کہنے کی نسبت کر کے بہت کچھ دکھائے۔ صرف زبان کام نہیں آتی۔ بہت سے ہوتے ہیں، جو باتیں بہت بناتے ہیں اور کرنے میں نہایت سُست اور کمزور ہوتے ہیں۔ صرف باتیں جن کے ساتھ رُوح نہ ہو، وُہ نجاست ہوتی ہے۔ بات وُہی برکت والی ہوتی ہے جس کے ساتھ آسمانی نُور ہو۔ اور عمل کے پانی سے سرسبز کی گئی ہو۔ اس کے واسطے انسان خود بخود ہی نہیں کر سکتا۔ چاہیئے کہ ہر وقت دُعا سے کام کرتا رہے اور درد و گداز سے اور سوز سے اس کے آستانہ پر گرا رہے۔ اور اُس سے توفیق مانگے۔ ورنہ یاد رکھے کہ اندھا مریگا۔ دیکھو جب ایک شخص کو کوڑھ کا ایک داغ پیدا ہو جاوے، تو وُہ اُس کے واسطے فکرمند ہوتا ہے۔ اور دُوسری باتیں اُسے بھول جاتی ہیں۔ اسی طرح جس کو روحانی کوڑھ کا پتہ لگ جائے اُسے بھی ساری باتیں بھول جاتی ہیں۔ اور وُہ سچے علاج کی طرف دَوڑتا ہے۔ مگر افسوس کہ اس سے آگاہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۴۶)

فصل سوم

درود شریف

"کوئی نبی محمدؐ نام کا مستحق نہ ہو سکا۔

غرض جہاں تک غور کرتے جاؤ۔ یہ پتہ ملے گا۔ کہ کوئی نبی اس مبارک نام کا مستحق نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا۔ اور وُہ ایک غارستان تھا جس میں نبی کریمؐ نے قدم رکھا۔ اور ظلمت کی انتہا ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وُہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے۔ جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وُہ دِل، وُہ قوّت نہ تھی۔ جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ نبیوں کی معاذ اللہ سُوءِ ادبی ہے۔ تو نادان مجھ پر افترا کریگا۔ مَیں نبیوں کی عزّت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر

میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے۔ اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے وہ کام کیا جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

رسول اللہ صلعم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو۔ اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اُس وقت دُنیا کی کیا حالت تھی۔ اور آپؐ نے آکر کیا کیا۔ تو انسان وجد میں آکر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہہ اُٹھتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دُنیا کی تاریخ اِس امر کی پوری شہادت دیتی ہے کہ نبی کریمؐ نے کیا کیا۔ ورنہ وہ کیا بات تھی۔ جو آپ کے لئے مخصوصًا فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ کسی دُوسرے نبی کیلئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا جو محمد کہلایا صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۷۴، ۱۷۵
رُوحانی خزائن ۲ جلد دوم

درود شریف کی برکات

"پھر بعد اس کے جو الہام ہے یہ ہے :۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔

درود بھیج محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم النبیینؐ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضّلات اور عنایات اُس کے طفیل سے ہیں۔ اور اس سے محبّت کرنے کا یہ صلہ ہے۔ .... اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آلِ رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔ سو اس میں بھی یہی سِر ہے کہ افاضۂ انوارِ الٰہی میں محبّت اہلِ بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیت کے مقرّبین میں داخل ہوتا ہے۔ وہ انہیں طیّبینؑ طاہرین کی وراثت پاتا ہے۔ اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ہوتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲ و ۵۰۳)

(الف)" اس مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اِس عاجز نے اِس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطّر ہوگیا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زُلال کی شکل پر نور کی مشکیں اِس

عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمدؐ کی طرف بھیجے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲)

(ب) ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ درود شریف پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بغیر وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں، جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ تب ایک مدّت کے بعد کشفی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ دو سقّے یعنی ماشکی آئے، اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے۔ اور اُن کے کاندھوں پر نُور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں۔ هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ (یعنی یہ برکات اس درود کی وجہ سے ہیں جو تُو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا تھا)

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۸ حاشیہ)

بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سَو سَو بار
پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار

گمشدہ توحید کو دوبارہ لانیوالے مبارک وجود پر درود و سلام

یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُن پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے، اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گُم ہوچکی تھی۔ وُہی ایک پہلوان ہے، جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اِس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مُرادیں اُس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وُہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار اِفاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ

کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیتِ شیطان ہے۔
کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک
معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ
سے نہیں پاتا، وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں۔ اور
ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے۔ اگر
اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اِس نبی کے
ذریعہ سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِس
کامل نبی کے ذریعہ سے اور اِس کے نور سے ملی ہے۔
اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس
سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اِسی بزرگ نبیؐ
کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا ہے۔ اِس آفتابِ ہدایت
کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اُسی
وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں، جب تک کہ ہم
اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

فصل چہارم

توبہ کی بیعت کر کے گناہ پر قائم رہنے والا سانپ کی طرح ہوتا ہے

تم توبہ کی بیعت کر کے پھر گناہ پر قائم نہ رہو۔ اور سانپ کی طرح مت بنو۔ جو کھال اُتار کر پھر بھی سانپ ہی رہتا ہے۔ موت کو یاد رکھو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اس سے بیخبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ۔ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے۔ مگر تم اس نعمت کو کیونکر پاسکو۔ اِس کا جواب خود خدا نے دیا ہے۔ جہاں قرآن میں فرماتا ہے۔ وَاسْتَعِينُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔

(کشتی نوح صفحہ ۸۷
مطبوعہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

گناہ سے نجات صرف یقین سے حاصل ہوتی ہے

اَے وے لوگو! جو نیکی اور راستبازی کے لئے بُلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اُس وقت تم میں پَیدا ہوگی۔ اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤگے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔ شاید تم کہوگے کہ ہمیں یقین حاصل ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہُوا ہے۔ یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں۔ کیونکہ اس کے لوازم حاصل نہیں وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے۔ تم ایسا قدم آگے نہیں اُٹھاتے، جو اُٹھانا چاہیئے۔ تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہیئے۔ خود سوچ لو کہ جس کو یقین ہے، فلاں سُوراخ میں سانپ ہے۔ وُہ اس سُوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور جس کو یقین ہے کہ اِس کھانے میں زہر ہے۔ وہ اس کھانے کو کب کھاتا ہے۔ اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بَن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے۔ اُس کا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اُس بَن کی طرف اُٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان

اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں۔ اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے۔ گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا۔ اور جب کہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانے والی آگ کو دیکھ رہے ہو۔ تو کیونکر اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں۔ شیطان ان پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا۔ وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دُکھ اُٹھانے کی قوّت دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اُتارتا ہے۔ اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دُکھ کو سہل کر دیتا ہے۔ یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ ہر ایک کفّارہ جھوٹا ہے۔ اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔ اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے۔ وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھا دیتی ہے وہ یقین ہے۔ ہر ایک مذہب جو یقین کا سامان پیش نہیں کرتا، وہ جھوٹا ہے۔ ہر ایک مذہب جس میں بجز پُرانے قصّوں کے اور کچھ نہیں جھوٹا ہے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۸۵ مطبوعہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

گناہ سے بچنے کا طریق

تمام سعادتمندیوں کا مدار خدا شناسی پر ہے۔ اور نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے۔ جو خدا کی معرفت کاملہ کہلاتی ہے۔ جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہی، وُہ بڑا قادر ہے۔ وہ ذُوالْعَذَابِ الشَّدِیْد ہے۔ یہی ایک نسخہ ہے جو انسان کی متمردانہ زندگی پر ایک بھسم کرنے والی بجلی گراتا ہے۔ پس جب تک انسان اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کی حدود سے نکل کر عَرَفْتُ اللّٰہ کی منزل میں قدم نہیں رکھتا۔ اس کا گناہوں سے بچنا محال ہے۔ اور یہ بات کہ ہم خدا کی معرفت اور اسکی صفات پر یقین لانے سے گناہوں سے کیونکر بچ جائیں گے۔ ایک ایسی صداقت ہے جس کو ہم جھٹلا نہیں سکتے۔ ہمارا روزانہ تجربہ اس امر کی دلیل ہے کہ جس سے انسان ڈرتا ہے، اس کے نزدیک نہیں جاتا۔ مثلاً جبکہ یہ علم ہو کہ سانپ ڈس لیتا ہے اور اس کا ڈسا ہُوا ہلاک ہو جاتا ہے۔ تو کون دانشمند ہے جو اسکے مُنہ میں اپنا ہاتھ دینا تو درکنار کبھی ایسے سوٹے کے نزدیک بھی جانا پسند کرے جس سے کوئی زہریلا سانپ مارا گیا ہو۔ اسے خیال ہوتا ہے کہ کہیں اس کے زہر کا اثر اس میں باقی

نہ ہو۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ فلاں جنگل میں شیر ہے تو ممکن نہیں کہ وُہ اس میں سفر کر سکے یا کم از کم تنہا جا سکے۔ بچّوں تک میں یہ مادہ اور شعور موجود ہے کہ جس چیز کے خطرناک ہونے کا اُن کو یقین دلایا گیا ہے وُہ اس سے ڈرتے ہیں۔ پس جب تک انسان میں خدا کی معرفت اور گناہوں کے زہر کا یقین پیدا نہ ہو۔ کوئی اور طریق خواہ کسی کی خودکشی ہو، یا قربانی کا خُون نجات نہیں دے سکتا۔ اور گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں کر سکتا۔ یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں کا سیلاب اور نفسانی جذبات کا دریا بجُز اِسکے رُک ہی نہیں سکتا کہ ایک چمکتا ہُوا یقین اسکو حاصل ہو کہ خُدا ہے اور اُس کی تلوار ہے جو ہر ایک نافرمان پر بجلی کی طرح گرتی ہے۔ جبتک یہ حالت پیدا نہ ہو، گُناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں اور اِس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ وُہ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے مگر گناہ ہم سے دُور نہیں ہوتے۔ مَیں جواب میں یہی کہونگا کہ یہ جُھوٹ ہے اور نفس کا مُغالطہ ہے۔ سچے ایمان اور سچے یقین اور گناہ میں باہم عداوت ہے۔ جہاں سچّی معرفت اور چمکتا ہوا یقین خدا پر ہو۔ وہاں ممکن نہیں کہ گُناہ رہے۔"

الحکم جلد ۵ نمبر ۴۴ صفحہ ۹ تا ۱۲ پرچہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء

رُوحانی خزائن ۲ جلد سوم صفحہ ۴

ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو

خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولا کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دُنیا سے دِل برداشتہ رہو۔ اور اُسی کے ہو جاؤ۔ اور اُسی کیلئے زندگی بسر کرو۔ اور اُس کیلئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو۔ کیونکہ وُہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی، اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وُہ دُھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وُہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو۔ جو آسمان سے نازل ہوتی اور جسپر پڑتی ہے اُسکی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وُہ خدا جو تمہارا خدا ہے اُسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اُسکو دھوکا دے سکتے ہو؟ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وُہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دیگی۔"

(کشتی نوح ص۱۷ مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

فصل پنجم

"گناہ دُور کرنے کا علاج صرف خدا تعالیٰ کی محبّت اور عشق ہے"

"گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اُسوقت پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کی اطاعت اور خدا کی پُرجوش محبّت اور محبّانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو... گناہ کے دُور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبّت اور عشق ہو۔ لہذا وہ تمام اعمالِ صالحہ جو محبّت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں۔ گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں۔ کیونکہ انسان خدا کیلئے نیک کام کرکے اپنی محبّت پر مُہر لگاتا ہے۔ خدا کو اسطرح پر مان لینا کہ اسکو ہر ایک چیز پر مُقدّم رکھنا ہو یہاں تک کہ اپنی جان پر بھی۔ یہ وہ پہلا مرتبہ محبّت ہے جو درخت کی اُس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وُہ زمین میں لگایا جاتا ہے۔ اور پھر دُوسرا مرتبہ استغفار جس سے یہ مطلب ہے کہ خُدا سے الگ ہوکر انسانی وجود کا پردہ نہ کُھل جائے۔ اور یہ مرتبہ درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وُہ زور کرکے پُورے طور پر اپنی جڑھ زمین میں قائم کرلیتا ہے۔ اور پھر تیسرا مرتبہ توبہ جو اس حالت سے مشابہ ہے کہ جب درخت اپنی جڑھیں پانی سے قریب کرکے بچہ کی طرح اس کو چُوستا ہے۔ غرض گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جُدا ہوکر پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اس کا دُور کرنا خدا کے تعلق سے

وابستہ ہے۔ پس وہ کیسے نادان لوگ ہیں جو کسی خودکشی کو گناہ کا علاج کہتے ہیں۔ یہ ہنسی کی بات ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے سردرد پر رحم کر کے اپنے سر پر پتھر مارے۔ یا دوسرے کے بچانے کے خیال سے خودکشی کر لے۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱۴ نا ۱۸)

استغفار کے فوائد

"جب خدا سے طاقت طلب کریں یعنی استغفار کریں تو رُوح القدس کی تائید سے اُن کی کمزوری دُور ہو سکتی ہے اور وُہ گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتے ہیں۔ جیسا کہ خدا کے نبی اور رسول بچتے ہیں۔ اور اگر ایسے لوگ ہیں کہ گنہ گار ہو چکے ہیں تو استغفار اُن کو یہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ گناہ کے نتائج سے یعنی عذاب سے بچائے جاتے ہیں۔ کیونکہ نُور کے آنے سے ظلمت باقی نہیں رہ سکتی، اور جرائم پیشہ جو استغفار نہیں کرتے۔ یعنی خدا سے طاقت نہیں مانگتے، وُہ اپنے جرائم کی سزا پاتے رہتے ہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ ۴۶ مطبوعہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

ہر وقت استغفار کرتے رہنے کا حکم اور اسکی فلاسفی

بعض آدمی ایسے ہیں کہ اُن کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ اُن کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اِسلئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا اِلتزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کیلئے خواہ وُہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا۔ خواہ اُسے علم ہو یا نہ ہو۔ اور ہاتھ اور پاؤں، اور زبان اور ناک، اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آجکل آدم علیہ السلام کی دُعا پڑھنی چاہیئے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ یہ دعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گذارتا۔ ہرگز اُمید نہیں کہ وُہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔ کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی۔ جیسے مجھے یہ دُعاء الہام ہوئی:۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔

(از ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام
رُوحانی خزائن ۲ جلد چہارم صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۶)

دائمی استغفار کے ذریعہ خدا تعالیٰ کو کھینچا جا سکتا ہے

"خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں، کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور چونکہ اس کے دل میں پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی رہے، اسلئے خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں۔ تب بھی وہ اسقدر پر صبر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔ اور استغفار کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے۔ اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کیلئے

خدا سے مدد مانگی جائے۔ تا خدا کے فضل سے وُہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور و مخفی رہے۔ پھر بعد اس کے استغفار کے معنے عام لوگوں کیلئے وسیع کئے گئے۔ اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہُوا۔ کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا، خدا تعالیٰ اس کے بد نتائج اور زہریلی تاثیروں سے دُنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبّت ذاتی خدائے عزّ وجل کی ہے۔ جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبّت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبّت کو پہنچاتا ہے۔ اور محبّت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے۔ تب ایک دفعہ شعلہ کی طرح خدا تعالیٰ کی محبّت جو خدا تعالیٰ اُس سے کرتا ہے، اُسکے دِل پر گرتی ہے اور اُس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے۔ اور خدائے حیّ وقیّوم کی پاکیزگی کا رنگ اُسکے نفس پر چڑھ جاتا ہے۔ بلکہ تمام صفاتِ الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ ربوبیت کے ازلی خزانہ میں مکتوم و مستور ہے۔ اس کے ذریعہ سے وہ اَسرار دُنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چُونکہ وُہ خدا جس نے اس دُنیا کو پیدا کیا ہے بخیل نہیں ہے۔ بلکہ اُسکے فیوض دائمی ہیں۔ اور اسماء اور صفات کبھی معطّل نہیں ہو سکتے۔

اس لئے اُس نے بشرطِ تقویٰ اور مجاہدہ جو کچھ اوّلین کو دیا ہے۔ وُہ آخرین کو بھی دیتا ہے۔" (چشمہ مسیحی صفحہ ۳۸ و ۳۹)

استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھّو

استغفار کرتے رہو۔ اور موت کو یاد رکھّو۔ موت سے بڑھ کر اور کوئی بیدار کرنے والی چیز نہیں ہے۔ جب انسان سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ پہلے گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر بندے کا نیا حساب چلتا ہے۔ اگر انسان کا کوئی ذرا سا بھی گناہ کرے تو وُہ ساری عمر اس کا کینہ اور دشمنی رکھتا ہے۔ اور گو زبانی معاف کر دینے کا بھی اقرار کرے۔ لیکن پھر بھی جب اُسے موقع ملتا ہے تو اپنے اس کینہ اور عداوت کا اُس سے اظہار کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ سچے دل سے اُس کی طرف آتا ہے تو اُسکے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اِس لئے تم بھی اب ایسے ہو کر جاؤ کہ تم وُہ ہو جاؤ جو پہلے نہ تھے۔ نماز سنوار کر پڑھو۔ خدا جو یہاں ہے

وہاں بھی ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ جبتک تم یہاں ہو۔ تمہارے دِلوں میں رِقّت اور خدا کا خوف ہو۔ اور جب پھر اپنے گھروں میں جاؤ۔ تو بیخوف اور نڈر ہو جاؤ۔ نہیں بلکہ خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہیئے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو۔ اس سے خداتعالےٰ راضی ہوگا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔ خداتعالیٰ سے دُعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز اسلئے نہیں کہ ٹکریں ماری جاویں یا مُرغ کی طرح کچھ ٹھونگیں ماریں۔ بہت لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کے کہنے سُننے سے نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں۔" (رُوحانی خزائن نمبر۲ جلد سوم۔ کتاب ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ صفحہ ۲۴۷)

اِستغفار سے گُناہ کے زہریلے مواد ہلاک ہوتے ہیں

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ۔ یاد رکھو کہ دو چیزیں اس اُمّت کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ ایک قوّت حاصل کرنے کے واسطے۔ دُوسری حاصل کردہ قوّت کو عملی طور پر دِکھلانے کیلئے۔ قوّت حاصل کرنے کے واسطے استغفار ہے۔ جس کو دُوسرے لفظوں میں اِستمداد

اور اِستعانت بھی کہتے ہیں۔ صُوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے ورزش کرنے سے مثلاً مُگدروں اور موگریوں کے اُٹھانے اور پھیرنے سے جسمانی قُوّت اور طاقت بڑھتی ہے۔ اسی طرح پر رُوحانی مُگدر استغفار ہے۔ اِس کے ساتھ رُوح کو ایک قوّت ملتی ہے۔ اور دِل میں استقامت پَیدا ہوتی ہے۔ جسے قُوّتِ یقین مطلوب ہو۔ وہ استغفار کرے۔ غَفَرَ ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ استغفار سے انسان ان جذبات اور خیالات کو ڈھانپنے اور دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے روکتے ہیں۔ پس استغفار کے یہی معنی ہیں کہ زہریلے مواد جو حملہ کرکے انسان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں، اُن پر غالب آوے۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری کی راہ کی روکوں سے بچ کر انہیں عملی رنگ میں دکھائے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان میں دو قسم کے مادے رکھے ہیں۔ ایک سمّی مادہ ہے جس کا مؤکّل شیطان ہے۔ اور دُوسرا تریاقی مادّہ ہے۔ جب انسان تکبّر کرتا ہے، اور اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے اور تریاقی چشمہ سے مدد نہیں لیتا تو سمّی قُوّت غالب آجاتی ہے۔ لیکن جب اپنے تئیں ذلیل و حقیر سمجھتا ہے۔ اور اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت محسوس کرتا ہے اُسوقت اللہ تعالیٰ کی طرف ایک چشمہ پَیدا ہوتا ہے جس سے اُسکی رُوح گداز ہوکر

بہہ نکلتی ہے۔ اور یہی استغفار کے معنی ہیں۔ یعنی یہ کہ اس قوت کو پاکر زہریلے مواد پر غالب آجاوے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۶۷ تا ۶۸
رُوحانی خزائن ۲ جلد دوم)

استغفار کے معنی اور اس کی اقسام!

"اور استغفار جس کے ساتھ ایمان کی جڑھیں مضبوط ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں دو معنے پر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے دِل کو خدا کی محبت میں مستحکم کر کے گناہوں کے ظہور کو جو علیحدگی کی حالت میں جوش مارتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے تعلق کے ساتھ روکنا اور خدا میں پیوست ہو کر اس سے مدد چاہنا۔ یہ استغفار تو مقربوں کا ہے، جو ایک طَرفَۃُ العَین خدا سے علیحدہ ہونا اپنی تباہی کا موجب جانتے ہیں۔ اسلئے استغفار کرتے ہیں۔ تا خدا اپنی محبت میں تھامے رکھے۔

اور دُوسری قسم استغفار کی یہ ہے کہ گناہ سے نکل کر خدا کی طرف بھاگنا۔ اور کوشش کرنا کہ جیسے درخت زمین میں لگ جاتا ہے۔ ایسا ہی دل خدا کی محبت کا اسیر ہو جائے۔ تا پاک نشو و نما پاکر گناہ

کی خشکی اور زوال سے بچ جائے۔ اور ان دونوں صورتوں کا نام استغفار رکھا گیا۔ کیونکہ غَفَرَ جس سے استغفار نکلا ہے، ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ گویا یہ استغفار سے یہ مطلب ہے کہ خدا اس شخص کے گناہ جو اس کی محبت میں اپنے تئیں قائم کرتا ہے دبائے رکھے۔ اور بشریت کی جڑھیں ننگی نہ ہونے دے۔ بلکہ اُلوہیّت کی چادر میں لیکر اپنی قُدّوسیت میں سے حصّہ دے یا اگر کوئی جڑھ گناہ کے ظہور سے ننگی ہوگئی ہو۔ پھر اسکو ڈھانک دے اور اس کی برہنگی کے بداثر سے بچائے۔ سو چونکہ خدا مبداء فیض ہے۔ اور اسکا نور ہر ایک تاریکی کے لئے ہر وقت طیّار ہے۔ اِس لئے پاک زندگی حاصل کرنے کے لئے یہی طریق مستقیم ہے کہ ہم اِس خوفناک حالت سے ڈر کر اس چشمۂ طہارت کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائیں تا وہ چشمہ زور سے ہماری طرف حرکت کرے۔ اور تمام گند کو یکدفعہ لے جائے۔ خدا کو راضی کرنے والی اس سے زیادہ کوئی قربانی نہیں کہ ہم درحقیقت اس کی راہ میں موت کو قبول کر کے اپنا وجود اس کے آگے رکھ دیں۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۶، ۲۷)

فصل ششم

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ

اوّل دیکھو صفت خلق اور پرورش۔ یہ صفت اگرچہ انسان گمان کرسکتا ہے کہ ماں باپ اور دیگر محسنوں کے اغراض و مقاصد ہوتے ہیں۔ جنکی بنا پر وہ احسان کرتے ہیں۔ اسپر دلیل یہ ہے کہ مثلاً بچہ تندرست، خوبصورت، توانا پیدا ہو۔ تو ماں باپ کو خوشی ہوتی ہے اور اگر لڑکا ہو تو پھر یہ خوشی اور بھی بڑی ہوتی ہے۔ شادیانے بجائے جاتے ہیں لیکن اگر لڑکی ہو تو گویا وہ گھر ماتم کدہ اور وہ دن سوگ کا دن ہوجاتا ہے اور اپنے تئیں منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتے۔ بسا اوقات بعض نادان مختلف تدابیر سے لڑکیوں کو ہلاک کردیتے یا اُن کی پرورش میں کم التفات کرتے ہیں۔ اور اگر بچہ لُنجہ، اندھا، اپاہج پیدا ہو تو چاہتے ہیں کہ وہ مرجاوے۔ اور اکثر دفعہ تعجب نہیں کہ خود بھی وبالِ جان سمجھ کر مار دیتے ہوں۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ یونانی لوگ ایسے بچوں کو عمداً ہلاک کردیتے تھے بلکہ اُنکے ہاں شاہی قانون تھا کہ اگر کوئی بچہ ناکارہ، اپاہج، اندھا وغیرہ پیدا ہو۔ تو۔ اسکو فوراً مار دیا جائے۔ اِس سے صاف پایا جاتا ہے کہ انسانی خیالات میں پرورش اور خبرگیری کے ساتھ ذاتی اور نفسانی اغراض

سے لئے ہوئے ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی اس قدر مخلوق کی رجس کے تصوّر اور بیان سے وہم اور زبان قاصر ہے۔ اور جو زمین اور آسمان میں بھری پڑی ہے، خلق اور پرورش سے کوئی غرض نہیں۔ وہ والدین کی طرح خدمت اور رزق نہیں چاہتا۔ بلکہ اس نے مخلوق کو محض ربوبیت کے تقاضا سے پیدا کیا ہے۔ ہر ایک شخص مان لیگا کہ پودا لگانا پھر آبپاشی کرنا اور اسکی نگہداشت رکھنا اور ثمردار درخت ہونے تک محفوظ رکھنا ایک بڑا احسان ہے۔ پس انسان اور اسکی حالت اور غور و پرداخت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اسقدر انقلابات اور بیکسیوں کی گھڑیوں میں کیسے کیسے تغیرّات میں اسکی دستگیری فرمائی ہے۔

دوسرا پہلو جو ابھی میں نے بیان کیا ہے کہ قبل پیدائش وجود ایسے سامان ہوں کہ تمدنی زندگی اور قویٰ کے کام کیلئے پورا سامان موجود ہو۔ دیکھو ہم ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے کہ سامان پہلے ہی کر دیا۔ منور سورج جو اب چڑھا ہوا ہے۔ اور جن کی وجہ سے عام روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ اور دن چڑھا ہوا ہے۔ اگر نہ ہوتا تو کیا ہم دیکھ سکتے تھے یا روشنی کے ذریعہ جو فوائد اور منافع ہمیں پہنچ سکتے ہیں ہم کس ذریعہ سے حاصل کر سکتے۔ اگر سورج اور چاند یا اور کسی قسم کی روشنی نہ ہوتی۔ تو بینائی بیکار ہوتی۔ اگرچہ آنکھوں میں ایک قوّت دیکھنے کی ہے۔ مگر وہ بیرونی اور خارجی روشنی کے بدون نکمّی ہے۔ پس یہ کسقدر احسان ہے کہ قویٰ

سے کام لینے کیلئے اِسکے اُن ضروری سامانوں کو پہلے سے مہیّا کر دیا۔ اور پھر یہ کس قدر اُسکی رحمت ہے کہ اُس نے ایسے قویٰ دئیے ہیں اور ان میں بالقوّہ ایسی اِستعدادات رکھ دی ہیں جو انسان کی تکمیل اور وصول اِلَی الغَایتہ کیلئے ازبس ضروری ہیں۔ دماغ میں اعصاب میں عروق میں ایسے خواص رکھے ہیں کہ انسان ان سے کام لیتا ہے اور انکی تکمیل کر سکتا ہے۔ اِسلئے کہ قوّتوں کی تکمیل کا سامان ساتھ ہی پیدا کر دیا ہے۔ یہ تو اندرونی نظام کا حال ہے کہ ہر ایک قوّت اس منشاء اور مفاد سے پوری مناسبت رکھتی ہو جس میں انسانوں کی فلاح ہے اور بیرونی طور پر بھی ایسا ہی انتظام رکھا ہے کہ ہر شخص جس قسم کا حرفہ رکھتا ہے اسکے مناسب حال اَدوات و آلات قبل از وجود مہیّا کر رکھے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی جوتا بنانے والا ہے تو اُسکو چمڑا اور دھاگا نہ ملے تو وُہ کہاں سے لائے۔ اور کیونکر اپنے حرفہ کی تکمیل کرے۔ اِسی طرح درزی کو اگر کپڑا نہ ملے تو کیونکر سیئے۔ اِسی طرح پر متنفّس کا حال ہو۔ طبیب کیسا ہی حاذق اور عالم ہو لیکن اگر ادویہ نہ ہوں تو وُہ کیا کر سکتا ہے۔ بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھکر دیگا لیکن بازار میں وُہ دوا نہ ملے تو کیا کریگا۔ کس قدر خدا کا فضل ہے کہ ایک طرف تو اُس نے علم دیا ہے۔ اور دُوسری طرف نباتات۔ جمادات۔ حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دئے ہیں۔ اور ان میں قسم قسم

کے خواص رکھتے ہیں۔ جو ہر زمانہ میں نااندیشہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی۔ کُتبِ طبّ میں لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو جائے۔ تو بعض وقت جُوں کو اِحلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان ان اشیاء کی مدد سے کہاں تک فائدہ اُٹھاتا ہے۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ بلکہ کسی کے تصوّر میں نہیں آسکتا۔ پھر چوتھی بات پاداش محنت ہے۔ اِسکے لئے بھی خُدا کا فضل درکار ہے۔ مثلاً انسان کسقدر محنت و مشقّت سے زراعت کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی مدد اُسکے ساتھ نہ ہو تو کیونکر اپنے گھر میں غلّہ لا سکے۔ اُسی کے فضل و کرم سے اپنے وقت پر ہر ایک چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ اب قریب تھا کہ اس خشک سالی میں لوگ ہلاک ہو جاتے مگر خدا نے اپنے فضل سے بارش کر دی اور بہت سے حصّہ مخلوق کو سنبھال لیا۔ غرض اوّلاً بالذّات اکمل اور اعلیٰ طور سے خدا تعالیٰ ہی مستحق تعریف ہے۔ اسکے مقابلہ میں کسی دُوسرے کا ذاتی طور پر کوئی بھی استحقاق نہیں۔ اگر کسی دُوسرے کو استحقاق تعریف کا ہے تو صرف طفیلی طور پر ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا رحم ہے کہ باوجود یکہ وُہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ مگر اُس نے طفیلی طور پر بعض کو اپنے محامدہ میں شریک کر لیا ہے"۔

(روئداد جلسہ دُعا صفحہ ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰)

باب پنجم

دربارہ

شرط چہارم

چہارم:- یہ کہ عام خلق اللہ[۱۸] کو عموماً

اور مسلمانوں[۱۹] کو خصوصاً

اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف

نہیں دیگا۔ نہ زبان[۲۰] سے نہ ہاتھ[۲۱] سے نہ

کسی اور[۲۲] طرح سے ٭

فصل اوّل

حقوقِ اخوّۃ کی کماحقّہ نگہداشت کرو

شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصّے ہیں جسکی حفاظت ہر انسان کو ضروری ہے۔ ایک حقّ اللہ دوسرا حقّ العباد۔

حقّ اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبّت اسکی عبادت۔ اسکے خوف۔ اسکی اطاعت میں اسکی ذات میں، صفات میں کسی کو شریک اور برابر نہ بنایا جائے۔ اور حقّ العباد یہ کہ تکبّر۔ خیانت ظلم وغیرہ بدخلقی کسی نوع کی اپنے کسی بھائی سے نہ کی جاوے۔ گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور واقع نہ ہو۔ اور کماحقّہ حقوقِ اخوّت کی نگہداشت کی جاوے۔ سُننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں مگر عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہو تو انسان دو ہی پہلوؤں پر قائم رہ سکتا ہے۔

کسی میں قوّت غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب ذرا سی بات پر غضب میں آجاتا ہے اور قوتِ غضبی جوش مارتی ہے، تو دل اس کا پاک رہ سکتا ہے۔ نہ زبان۔ دل میں کینہ رکھتا ہے۔ اور اندر ہی اندر اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے سوچتا رہتا ہے۔ اور زبان سے

گالی دیتا ہے۔ کسی کی قوتِ شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہوکر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرضیکہ جب تک انسان کی اخلاقی حالت درست نہ ہو۔ وہ کامل ایمان جو منعم علیہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ داخل نہیں ہوتا۔ پس سچا موحد بننے کے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے حتی الوسع کوشش دن رات کرنی چاہیئے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنی کا مرض بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرنے ہیں۔ اور نیک ظن نہیں کرتے۔ بلکہ ایسے ایسے عیوب اسکی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں جو اُس میں نہیں ہوتے۔ اور اگر وہی عیوب اسکی طرف منسوب کرے تو اُس کو سخت ناگوار معلوم ہو۔ پس اوّل یہ ضروری بات ہے کہ حتی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کرے۔ اور ہمیشہ نیک ظن رکھا جاوے۔ کیونکہ اس سے محبت اور انس بڑھتا ہے۔ اور آپس میں میل جول بڑھنے سے جماعت کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور دوسروں کو نکتہ چینی کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور خود انسان بھی دوسرے عیوب حسد، کینہ، بغض وغیرہ سے بچا رہتا ہے۔ پھر مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن کو اپنے بھائیوں

کی نسبت کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ مشکلات کے وقت اپنے اوقات، مال، طاقت کو دوسرے کے لئے خرچ نہیں کرتے۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو۔ تو دوسرا کچھ بھی توجہ نہیں کرتا۔ اور اُس کی خبرگیری کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں گرفتار ہو۔ تو اُسکے لئے اپنے مال کا کچھ حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبرگیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم آیا ہے۔ بلکہ یہاں تک بھی آیا ہے کہ ہانڈی میں پانی زیادہ ڈالو، اور اپنے ہمسایہ کو بھی دو۔ دیکھو کس قدر تاکید ہمدردی کی ہے۔ مگر برخلاف اسکے آجکل اس حدیث کی کوئی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں۔ مگر ہمسایہ سے یہی مطلب نہیں جو اپنے گھر کے ساتھ رہتا ہو۔ بلکہ تمہارے بھائی جو تم سے ہزاروں اور سینکڑوں کوس کے فاصلے پر رہتے ہیں، وہ سب تمہارے ہمسائے ہی ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ ان سب پر نیک ظن رکھو۔ اور ہمدردی کا کسی پہلو سے بھی اُن سے دریغ نہ کرو۔ ہر شخص کو ہر روز مطالعہ کرنا چاہیئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پرواہ کرتا ہے اور کہاں تک اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور سلوک کرتا ہے۔ اس کا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے۔ خداتعالیٰ تمہاری ہمدردیوں کا بھوکا نہیں اور نہ اسے کوئی پرواہ ہے۔ وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے احکام نازل

کرتا ہے۔ اور تمہاری بہتری کو پسند کرتا ہے۔

(تقریر حضرت اقدس جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۲۶، ۲۲، ۲۳ و ۲۴)

رِفق اور قولِ حَسن کا خُلق

چوتھی قسم ترکِ شر کے اخلاق میں سے رِفق اور قولِ حسن ہے اور یہ خُلق جس حالت طبعی سے پیدا ہوتا ہے اس کا نام طلاقت یعنی کشادہ روئی ہے۔ بچہ جب تک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا بجائے رفق اور قولِ حُسن کے طلاقت دکھلاتا ہے۔ یہی دلیل اس بات پر ہے کہ رفق کی جڑھ جہاں سے یہ شاخ پیدا ہوتی ہے طلاقت ہے۔ طلاقت ایک قوّت ہے اور رفق ایک خلق ہے جو اس قوت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ کی تعلیم یہ ہے:۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ..... وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ۝

اِنَّ السَّمْعَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝

ترجمہ :۔ یعنی لوگوں کو وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں۔ بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھا نہ کریں۔ ہو سکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا وہی اچھی ہوں۔ اور عیب مت لگاؤ۔ اپنے لوگوں کے بُرے بُرے نام مت رکھو۔ بدگمانی کی باتیں مت کرو۔ اور نہ عیبوں کو کُرید کُرید کر پُوچھو۔ ایک دُوسرے کا گلہ مت کرو۔ کسی کی نسبت وُہ بہتان یا الزام مت لگاؤ جس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک عضو سے مؤاخذہ ہوگا۔ اور کان، آنکھ، دل ہر ایک سے پُوچھا جائے گا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۶۴، ۶۵، ۶۶)

مذہبی گفتگو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو!

میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ اُن تمام وصیتوں کے کاربند ہوں، اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو۔ اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اِسلئے لازم

ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔ اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہکر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو۔ ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے۔ جیسا کہ وُہ ہیں۔ خُدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا وے کہ تم تمام دُنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو۔ جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جُدا ہو جائے۔ کیونکہ ہمارا خُدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مریگا۔ کیونکہ اُس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ۔ اور واقعی نیک دِل اور غریب مزاج۔ اور راستباز بنجاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے

جاؤ گے۔ اور جس میں بدی کا بیج ہے۔ وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکیگا۔ (از تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۴۳ و ۴۴)

ہر قوم سے نرمی سے پیش آؤ

بحث کرنے والوں کیلئے یہ بہتر ہو گا کہ کسی مذہب پر بیہودہ طور پر اعتراض نہ کریں۔ بلکہ اُن کی مُسلّم اور معتبر کتابوں کی رُو سے ادب کے ساتھ اپنے شبہات پیش کریں۔ اور ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور مباحثات میں حکیمانہ طرز اختیار کریں اور ایسے اعتراض بھی نہ کریں جو انکی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک مسلمان عیسائی عقیدہ پر اعتراض کرے تو اُس کو چاہیئے کہ اعتراض میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شان اور عظمت کا پاس رکھے اور اُنکی وجاہت اور مرتبہ کو نہ بھُلا دے۔ ہاں وُہ نہایت نرمی اور ادب سے اِس طرح اعتراض کر سکتا ہے کہ خدا نے جو بیٹے کو دُنیا میں بھیجا تو کیا یہ کام اُس نے اپنی قدیم عادت کے موافق کیا یا خلاف عادت؟ اگر عادت کے موافق کیا تو پہلے بھی کئی بیٹے اُس کے دُنیا میں آئے ہونگے اور مصلوب بھی ہوئے ہونگے۔ یا ایک ہی بیٹا بار بار آیا ہو گا۔ اور اگر یہ کام خلاف عادت ہے۔ تو خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

خدا اپنی ازلی ابدی عادتوں کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یا مثلاً یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام لوگوں کے گناہوں کے سبب سے خدا کی نظر میں لعنتی ٹھیر گئے تھے کیونکہ لعنت کے معنے لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا اس شخص سے جس پر لعنت کی گئی ہے بیزار ہو جائے اور وہ شخص خدا سے بیزار ہو جائے اور دونوں میں باہم دشمنی واقع ہو جائے۔ اور شخص ملعون خدا کے قُرب سے دُور جا پڑے۔ اور یہ ذلیل حالت ایسے شخص کی کبھی نہیں ہو سکتی جو درحقیقت خدا کا پیارا ہے۔ اور جبکہ لعنت جائز نہ ہوئی تو کفّارہ باطل ہوا۔ غرض ایسے اعتراض جن میں معقول تقریر کے ساتھ کسی فرقہ کے عقائد کی غلطی کا اظہار ہو ہر ایک محقّق کا حق ہے۔ جو نرمی اور ادب کے ساتھ پیش کرے۔ اور حتی الوسع یہ کوشش ہو کہ وہ تمام اعتراضات علمی رنگ میں ہوں تا لوگوں کو اُن سے فائدہ پہنچ سکے۔ اور کوئی مفسدہ اور اشتعال پیدا نہ ہو۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا مقام ہے کہ ہم لوگ جو مسلمان ہیں ہمارے اصول میں یہ داخل ہے۔ کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور اُمتیں بکثرت دنیا میں پھیل گئی ہیں، کسی نبی کی تکذیب نہ کریں۔ کیونکہ ہمارے اسلامی اصول کے موافق

خلائق ہو کر ہزار ہا فرقے اور قومیں اس کو مان لیں اور اس کا دین زمین پر جم جاوے اور عمر پا جائے۔ لہٰذا ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم تمام قوموں کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعویٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے۔ اور اُن کا دین زمین پر جم گیا، خواہ وہ ہندی تھے، یا فارسی چینی تھے، یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسول مان لیں۔ اور اگر اُن کی اُمتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں، تو اُن باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں۔ یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدتہذیبی سے بچ جاتا ہے۔ اور درحقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالےٰ اپنے کروڑہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور اُس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دیجاتی ہے۔ اور صدیوں اور زمانوں میں اُسکی قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ بہت جلد اُس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

سو اے دوستو! اِس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے۔ اور بُردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے

نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیاں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اُس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رُو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے مقابل سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کریں، یہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں، جو اس پر عمل نہ کرے۔ (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰)

صلح کاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حکم

تیسری قسم ترکِ شر کی اخلاق میں سے وہ قسم ہے کہ جس کو عربی میں ھُد نہ اور ھَونْ کہتے ہیں۔ یعنی دُوسرے کو ظلم کی راہ سے بدنی آزار نہ پہنچانا اور بے شر انسان ہونا۔ اور صلح کاری کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ پس بلاشبہ صلحکاری اعلیٰ درجہ کا ایک خُلق ہے اور انسانیت کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور اس خُلق کے مناسب حال طبعی قوت جو بچہ میں ہوتی ہے جس کی تعدیل سے یہ خُلق بنتا ہے الفت ہے۔ یعنی خوگرفتگی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان صرف طبعی حالت میں یعنی اس حالت میں کہ جب انسان عقل سے بے بہرہ ہو صلح کے مضمون کو سمجھ نہیں سکتا اور نہ جنگ جوئی کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے۔ پس

اسوقت جو ایک عادت موافقت کی اس میں پائی جاتی ہے وہی صلحکاری کی عادت کی جڑھ ہے۔ لیکن چونکہ وہ عقل اور تدبر اور خاص ارادہ سے اختیار نہیں کی جاتی۔ اس لئے خُلق میں داخل نہیں۔ بلکہ خُلق میں تب داخل ہوگی کہ جب انسان بالارادہ اپنے تئیں بے شر بنا کر صلحکاری کے خُلق کو اپنے محل پر استعمال کرے اور بے محل استعمال کرنے سے مجتنب رہے۔ اس میں اللہ جلشانہ یہ تعلیم فرماتا ہے:۔

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ اَلصُّلْحُ خَيْرٌ۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ۔

یعنی آپس میں صلح کاری اختیار کرو۔ صلح میں خیر ہے جب وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ۔ خدا کے نیک بندے صلح کاری کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں۔ اور اگر کوئی لغو بات کسی سے سُنیں جو جنگ کا مقدمہ اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور پر طرح دے کر چلے جاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے۔ یعنی جب تک کوئی زیادہ تکلیف نہ پہنچے۔ اُسوقت تک ہنگامہ پردازی کو اچھا نہیں سمجھتے اور صلحکاری کے محل شناسی کا یہی اصول ہے کہ

ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو خیال میں نہ لاویں اور معاف فرماویں۔ اور لغو کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے۔ سو واضح ہو کہ عربی زبان میں لغو اس حرکت کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص شرارت سے ایسی بکواس کرے یا بہ نیت ایذاء ایسا فعل اس سے صادر ہو کہ دراصل اس سے کچھ ایسا حرج اور نقصان نہیں پہنچتا۔ سو صلحکاری کی یہ علامت ہے کہ ایسی بیہودہ ایذاء سے چشم پوشی فرماویں۔ اور بزرگانہ سیرت عمل میں لاویں۔ لیکن اگر ایذاء صرف لغو کی حد میں داخل نہ ہو بلکہ اس سے واقعی طور پر جان یا مال یا عزت کو ضرر پہنچے تو صلحکاری کے خلق کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اگر ایسے گناہ کو بخشا جائے تو اس خلق کا نام عفو ہے۔ جس کا انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد بیان ہوگا۔ اور پھر فرمایا۔ کہ جو شخص شرارت سے یاوہ گوئی کرے کہ تم نیک طریق سے صلحکاری کا اس کو جواب دو۔ تب اس خصلت سے دشمن بھی دوست ہو جائیگا۔ غرض صلحکاری کے طریق سے چشم پوشی کا محل صرف اس درجہ کی بدی ہے۔ جس سے کوئی واقعی نقصان نہ پہنچا ہو۔ صرف دشمن کی بیہودہ گوئی ہو۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۶۲ و ۶۳ و ۶۴)

امیر طبقہ کے لئے جامع ہدایات

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولتمندو! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں۔ اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے۔ ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے۔ اُسکے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اُس کی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے۔ اُس کی گردن پر اُن لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اُسکے ماتحت ہو کر شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں۔ تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔ انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیون، گانجہ، چرس، بھنگ، تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کر لیا جاتا ہے۔ وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو۔ جن کی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں۔ اور آخر کا

عذاب الگ ہے۔ پرہیزگار انسان بن جاؤ۔ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خُدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بدخُلق بےمہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خُدا یا اُس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپروا ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خُدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پُوچھا جائے گا۔ جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔ پس کیسا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کرکے بکلّی خدا سے مُنہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اُس کے لئے حلال ہے۔ غصّہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی، کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور شہوت کے جوش میں بےحیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ سو وُہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا۔ یہاں تک کہ مرے گا۔ اے عزیزو! تم تھوڑے دِنوں کے لئے دُنیا میں آئے ہو اور وُہ بھی بہت کچھ گذر چکے۔ سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔ ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو۔ اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کرسکتی ہے۔ پس تم سوچ لو۔ کہ خدا تعالےٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو۔

اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کرسکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے، تم پر قابو نہیں پائیگا۔ ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں۔ اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اور آفات میں مبتلاء ہوکر بیقراری سے زندگی بسر کروگے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصّہ کے ساتھ گذریں گے۔ خدا ان لوگوں کی پناہ ہوجاتا ہے جو اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ سو خدا کی طرف آجاؤ۔ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو۔ اور اُس کے فرائض میں سُستی نہ کرو۔ اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو۔ اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے۔ (کشتی نوح صفحہ ۸۹)

باب ششم

دربارہ

شرط پنجم

پنجم :- یہ کہ ہر حال رنج[۲۳] اور راحت اور عُسر[۲۴] اور یُسر اور نعمت[۲۵] اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا۔ اور ہر حالت[۲۶] راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلّت[۲۷] اور دُکھ کے قبول کرنے کیلئے اُسکی راہ میں تیار رہیگا۔ اور کسی مصیبت[۲۸] کے وارد ہونے پر اُس سے مُنہ نہیں پھیریگا[۲۹] بلکہ آگے قدم بڑھائیگا۔

فصل اوّل

انواعِ رنج ومصائب کے اِمتحان میں ثابت قدمی دکھاؤ

ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو۔ جیساکہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کروگے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اسکو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دُکھ دیئے جاؤ۔ اور اپنی کئی اُمیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو اِن صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اُسکی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سُنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی

آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہوں۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا۔ وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا۔ اور حسرت سے مرے گا۔ اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اُس کے پاس آجاتا ہے جو اُس کے پاس جاتا ہے۔ وہ اُس کو عزت دیتا ہے جو اُس کو بھی عزت دیتا ہے۔ (کشتی نوح صہ۲۱ مطبوعہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

دین کی راہ میں تکالیف اُٹھانے والوں کو اجر ملیگا

موضع مدّ میں میاں محمد یوسف صاحب کا بائیکاٹ

حضرت اقدس کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ موضع مدّ میں محمد یوسف صاحب کا پانی بند کرنے اور تعلقاتِ لین دین، گفتگو، سلام پیام سب ترک کرنے کی تحریک جاری ہے۔ اِسلئے اُن کے گھرانے کو سخت تکلیف ہے۔ فرمایا کہ:-

خدا تعالیٰ آسمان پر دیکھتا ہے، اُن کو اس کا اجر دے گا، اور

تکلیف دینے والوں کو سزا دیگا یونہی ان کو چھوڑتا نہیں۔
(روحانی خزائن ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام
جلد چہارم صفحہ ۲۳۱)

بیعت کے بعد امتحان اور ابتلاء ضرور آتے ہیں

یہ یاد رکھو کہ بیعت کے بعد تبدیلی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اگر بیعت کے بعد اپنی حالت میں تبدیلی نہ کی جاوے، تو پھر یہ استخفاف ہے۔ بیعت بازیچۂ اطفال نہیں ہے۔ درحقیقت وہی بیعت کرتا ہے جس کی پہلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک امر میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ پہلے تعلقات معدوم ہو کر نئے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ جب صحابہ مسلمان ہوتے تو بعض کو ایسے امور پیش آتے تھے کہ احباب رشتہ دار سب سے الگ ہونا پڑتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوجہل کے ساتھ اسلام سے پہلے ملتے تھے۔ بلکہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے منصوبہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاوے۔ اور کچھ روپیہ بھی بطور انعام مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ اس کام کے لئے منتخب ہوئے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی تلوار کو تیز کیا اور موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ آدھی رات کو آپ کعبہ میں آکر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کعبہ میں آکر چھپ رہے۔ اور انہوں نے سنا کہ جنگل کی طرف سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی ہے۔ اور وہ آواز قریب آتی گئی یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں آداخل ہوئے۔ اور آپ نے نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ آپ نے سجدہ میں اس قدر دعائیں کیں کہ مجھے تلوار چلانے کی جرأت نہ رہی۔ چنانچہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو آپ آگے چلے۔ پیچھے پیچھے میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ اور آپ نے پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا کہ عمر۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اے عمر! نہ تو دن کو میرا پیچھا چھوڑتا ہے اور نہ رات کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے محسوس کیا کہ آپ بد دعا کریں گے۔ اسلئے میں نے کہا کہ حضرت آج کے بعد میں آپ کو ایذا نہ دوں گا۔ عربوں میں وعدہ کا لحاظ بہت بڑا ہوتا تھا۔ اسلئے آنحضرتؐ نے یقین کر لیا۔ مگر دراصل حضرت عمرؓ کا وقت آپہنچا تھا۔ آنحضرتؐ کے دل میں گذرا کہ اس کو

خدا ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور پھر وہ دوستیاں، وہ تعلقات جو ابوجہل اور دوسرے مخالفوں سے تھے یکلخت ٹوٹ گئے۔ اور اُن کی جگہ ایک نئی اخوت قائم ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ ملے۔ اور پھر ان پہلے تعلقات کی طرف کبھی خیال تک نہ آیا۔

غرض اس سلسلہ میں جو ابتلاؤں کا سلسلہ ہوتا ہے بہت سی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ اور بہت سی موتوں کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ان انسانوں میں جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان میں بعض بُزدِل بھی ہوتے ہیں اور شجاع بھی ہوتے ہیں۔ بعض ایسے بزدِل ہوتے ہیں کہ صرف قوم کی کثرت کو دیکھکر ہی الگ ہو جاتے ہیں۔ انسان بات کو تو پُورا کرلیتا ہے۔ مگر ابتلا کے سامنے ٹھہرنا مشکل ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ یعنی کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان لائیں، اور امتحان نہ ہو۔ غرض امتحان ضروری شئے ہے۔ اس سلسلہ میں جو داخل ہوتا ہے، وہ ابتلا سے خالی نہیں رہ سکتا۔ ہمارے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ ایک طرف ہیں، اور باپ

الگ۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۰ صفحہ ۹ پرچہ ۲۴ر اگست ۱۹۰۲ء
رُوحانی خزائن ۲ جلد سوم صفحہ ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲)

رنج و راحت عُسر و یُسر میں رضاءِ الٰہی مقدم رکھیں

مجھے خُوب معلوم ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں سے کثرت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری دُنیا کو کسی طرح سے کوئی جُنبش آئی تو ہم کدھر جائیں گے۔ مگر تعجّب تو یہ ہے کہ ایک طرف تو ہمارے ہاتھ پر اقرار کرتے ہیں کہ ہم دُنیا پر دین کو مقدم سمجھیں گے اور دُوسری طرف دُنیا و مافیہا میں پھنسے ہوئے ہیں کہ دُنیا کی خاطر ہر ایک دینی نقصان برداشت کرنا گوارا کرتے ہیں۔ ذرا سا کوئی کُنبہ میں بیمار ہو جاوے یا بَیل بکری مَر جاوے۔ تو جھٹ بول اُٹھتے ہیں۔ یہ کیا ہوُا۔ ہم تو مرزا صاحب کے مُرید تھے۔ ہمارے ساتھ کیوں یہ حادثہ ہوُا۔ حالانکہ یہ خیال اُن کا خام ہے۔ وہ اس سچے رشتہ سے جو اللہ تعالیٰ سے باندھنا چاہیئے۔ ناواقف ہیں۔ برکاتِ الٰہی انسان پر اُس وقت نازل ہوتے ہیں جب خداتعالیٰ سے مضبوط رشتہ باندھا جاوے۔ جیسے رشتہ داروں میں رشتہ کا پاس ہوتا ہے۔ ویسے ہی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کے رشتے کا جو اُس

پاک ذات کے ساتھ ہے۔ سخت پاس ہوتا ہے۔ وہ مولا کریم اس کیلئے غیرت کھاتا ہے۔ اور اگر کوئی دکھ یا مصیبت اس کو پہنچتی ہے تو وہ بندہ اپنے لئے راحت جانتا ہے۔

الغرض کوئی دکھ اس رشتہ کو توڑتا نہیں اور نہ کوئی سکھ اس کو دو بالا کرتا ہے۔ ایک سچا تعلق حقیقی عشق عبد و معبود میں قائم ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں چالیس آدمی بھی ایسے مضبوط رشتہ کے جو رنج و راحت عسر و یسر میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم کریں۔ ہوں تو ہم جان لیں کہ ہم جس مطلب کیلئے آئے تھے وہ پورا ہو چکا۔ اور جو کچھ کرنا تھا، وہ کر لیا۔ کیسی سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کے تعلقات بھی تو آخر دنیا سے تھے ہی۔ جائدادیں تھیں، مال تھا، زر تھا، مگر ان کی زندگی پر کس قدر انقلاب آیا۔ کہ سب کے سب ایک ہی دفعہ دستبردار ہو گئے۔ اور فیصلہ کر لیا کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ ہمارا سب کچھ اللہ ہی کیلئے ہے۔ اگر اس قسم کے لوگ ہم میں ہو جاویں تو کونسی آسمانی برکت اس سے بزرگ تر ہے۔ بیعت کرنا صرف زبانی اقرار ہی نہیں بلکہ یہ تو اپنے آپ کو فروخت کر دینا ہے۔ خواہ ذلت ہو، نقصان ہو۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ کسی کی پرواہ نہ کی جاوے۔ مگر دیکھو۔

اب کس قدر ایسے لوگ ہیں جو اپنے اقرار کو پورا کرتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو آزمانا چاہتے ہیں۔ بس یہی سمجھ رکھا ہے کہ اب ہمیں مطلقاً کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے۔ اور ایک پُرامن زندگی بسر ہو۔ حالانکہ انبیاء اور قطبوں پر مصائب آئے اور ثابت قدم رہے گئے۔ یہ ہیں کہ ایک تکلیف سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ بیعت کیا ہوئی۔ گویا خدا تعالیٰ کو رشوت دینی ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ۔ یعنی کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ فقط کلمہ پڑھ لینے پر ہی چھوڑ دیئے جاویں گے۔ اور ان کو ابتلاؤں میں نہیں ڈالا جائے گا۔ پھر یہ لوگ بلاؤں سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ہر ایک شخص کو جو ہمارے ہاتھ پہ بیعت کرتا ہے جان لینا چاہیئے کہ جب تک آخرت کے سرمائے کا فکر نہ کیا جاوے کچھ نہ بنے گا۔ اور یہ ٹھیکہ کرنا کہ ملک الموت میرے پاس نہ پھٹکے۔ میرے کنبے کا نقصان نہ ہو۔ میرے مال کا بال بیکا نہ ہو۔ ٹھیک نہیں ہے۔ خود شرط وفا دکھلاوے، اور ثابت قدمی و صدق سے مستقل رہے۔ اللہ تعالیٰ مخفی راہوں سے اس کی رعایت کرے گا۔ اور ہر ایک قدم پہ اُنکا مددگار

بن جاوے گا۔ (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۵ و ۱۶ و ۱۷)

صبر کی تلقین

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ کی تفسیر

اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ؕ۔ خوف سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈر ہی ڈر ہے انجام اچھا ہے۔ اِس سے گناہوں کا کفّارہ ہو جاتا ہے۔

پھر اَلْجُوع فقر و فاقہ تنگ کرتا ہے۔ بعض وقت ایک کُرتا پھٹ جاوے تو دُوسرے کی توفیق نہیں ملتی۔ جوع کا لفظ رکھکر عطش کا لفظ چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یہ جوع میں داخل ہے۔

نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ چور لے جاتے ہیں اور اتنا بھی نہیں چھوڑتے کہ صبح کی روٹی کھا سکیں۔ سوچو کس قدر تکلیف اور آفت کا سامنا ہوتا ہے۔

پھر جانوں کا نقصان ہے۔ بچے مرنے لگ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بھی نہیں رہتا۔ جانوں کے نقصان میں یہ بات داخل ہے کہ خود تو زندہ رہے اور عزیز متعلقین مرتے جاویں،

کس قدر صدمہ ایسے وقت پر ہوتا ہے۔

ثمرات میں اولاد بھی داخل ہے اور محنتوں کے بعد آخر کی کامیابیاں بھی مراد ہیں۔ اُن کے ضائع ہونے سے بھی سخت صدمہ ہوتا ہے۔ امتحان دینے والے اگر کبھی فیل ہو جاتے ہیں تو بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ ایوب بیگ کی بیماری کی ترقی امتحان میں فیل ہو جانے سے ہی ہوئی۔ پہلے تو اچھا خاصا تندرست تھا۔ غرض اس قسم کے ابتلاء جب آئیں، پھر اللہ تعالیٰ اُن کو بشارت دیتا ہے۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ۔ یعنی ایسے موقع پر صبر کے ساتھ برداشت کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت ہے کہ جب انکو کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

یاد رکھو کہ خدا کا خاص بندہ اور مُقرب تب ہی ہوتا ہے کہ ہر مصیبت پر خدا ہی کو مقدم رکھے۔ غرض ایک وہ حصّہ ہوتا ہے جس میں خدا اپنی منواتا ہے۔ دُعا کے معنی تو یہی ہیں کہ انسان خواہش ظاہر کرتا ہے کہ یوں ہو۔ پس کبھی مولیٰ کریم کی خواہش مقدم ہونی چاہیئے، اور کبھی اللہ کریم اپنے بندہ کی خواہش کو پُورا کرتا ہے۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷ روحانی خزائن ۲ جلد دوم)

خدا تعالیٰ کیلئے تلخ زندگی اختیار کرلینے کی تلقین

خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہو کہ یہ بیج بڑھے گا، اور پھولے گا۔ اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے، اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا۔ وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اُس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا، تو اُس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے۔ اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے۔ اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی۔ اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی۔ اور دُنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اُسکے ساتھ

دُنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں۔ اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔" (کتاب رسالہ الوصیت صفحہ ۱۰ تا ۱۱)

جو خدا تعالےٰ کیلئے آگ میں پڑتے ہیں وہی نجات پائیں گے

رحم کے لائق بنو۔ تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ۔ تا تسلّی پاؤ۔ بار بار چلاؤ۔ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے۔ پر اُن کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے۔ ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے۔ پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔ یہی ہے جو خدا نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ یعنی اے بدو اور اے نیکو۔ تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنّم کی آگ پر گذر نہ کرے۔ مگر وہ جو خدا کے لئے اس آگ میں پڑتے ہیں، وہ نجات دیئے

جائیں گے۔ لیکن وہ جو اپنے نفسِ امّارہ کے لئے آگ پر جلتا ہے، وہ آگ اُسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اُس سے موافقت نہیں کرتے۔"
(کشتی نوح صفحہ ۳۴ مطبوعہ ۵؍اکتوبر ۱۹۰۲ء)

صبر بھی ایک عبادت ہے

پھر اس شخص نے عرض کی کہ میرے گاؤں میں ایک مولوی صاحب جو مدرسہ میں ملازم ہے، سخت مخالفت کرتا ہے اور مجھے بہت تکلیف دیتا ہے۔ حضور دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اُس کی تبدیلی وہاں سے کر دے۔ حضرت اقدس ؑ نے اس موقعہ پر تبسّم فرمایا۔ اور پھر اسے اس طرح سمجھایا کہ اس جماعت میں جب داخل ہوئے تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ہو۔ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکہ میں تیرہ برس دُکھ اُٹھائے۔ تُم لوگوں کو اُس زمانے کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تُم کو پہنچی ہیں۔ مگر آپ نے صحابہ کو صبر ہی کی تعلیم دی۔ آخر کار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریر

لوگ بھی نظر نہ آئیں گے اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دُنیا میں پھیلائے۔ اب اس وقت یہ لوگ تمہیں تھوڑے دیکھکر دُکھ دیتے ہیں۔ مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی۔ تو یہ سب خود ہی چُپ ہو جائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دُکھ نہ دیتے اور دُکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے۔ مگر خدا تعالیٰ ان کے ذریعے سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ تھوڑی مُدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص دُکھ دیتا ہے۔ یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ کئی خط اِس طرح کے آتے ہیں کہ ہم گالیاں دیتے تھے اور ثواب جانتے تھے لیکن اب توبہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں۔ صبر بھی ایک عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے۔ جن کا کوئی حساب نہیں۔ یعنی اُن پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔ دُوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ جب ایک شخص ایک کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے۔ تو جب اُسے دُکھ پہنچتا ہے تو آخر حمایت کرنے والے کو غیرت آتی ہے۔ اور وُہ دُکھ دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔ اِسی طرح ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور

دُکھ اُٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ صبر جیسی کوئی شئے نہیں ہے۔" (از ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام روحانی خزائن ۲۰ جلد چہارم ص۲۲۴ تا ۲۲۵)

مومن کیلئے دُکھ اور ابتلاء کا انجام اچھا ہوتا ہے

جو لوگ حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب اُن کو پکڑتا بھی ہے، تو پھر جان لینے ہی کے لئے پکڑتا ہے۔ مگر مومن کے حق میں اس کی یہ عادت نہیں ہے۔ اُن کی تکالیف کا انجام اچھا ہوتا ہے اور انجام کار متقی کے لئے ہی ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَالْعَاقِبَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ اُن کو جو تکالیف اور مصائب آتے ہیں وہ بھی ان کی ترقیوں کا باعث بنتے ہیں تاکہ اُن کو تجربہ ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ پھر اُن کے دن پھیر دیتا ہے۔ ..... سید عبدالقادر جیلانی بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جب مومن بننا چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ اُس پر دُکھ اور ابتلاء آویں ..... پھر جب اس حالت تک پہنچ جاتا ہے تو رحمت الٰہیہ کا جوش ہوتا ہے تو قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا کا حکم ہوتا ہے۔ اصل اور آخری بات یہی ہے۔ مگر نہ شنیدہ کہ خدا داری چہ غم داری

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸)

فصل دوم

مسیح موعودؑ کو پُرخطر اور پُرخار جنگل درپیش ہیں جن کے پاؤں نازک ہیں وہ آگے آنیکی کوشش نہ کریں

اے نادانو! اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا، جو مَیں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا، جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو، اور کان کھول کر سُنو۔ کہ میری رُوح ہلاک ہونے والی رُوح نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وُہ ہمّت اور صدق بخشا گیا ہے جس۔ کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔

میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ مَیں اکیلا تھا۔ اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دیگا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وُہ مجھے ضائع کرے گا۔ کبھی نہیں ضائع کریگا۔ دشمن ذلیل ہوں گے، اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو

ہر میدان میں فتح دیگا۔ مَیں اُس کے ساتھ اور وُہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اُسکی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دُنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اُس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اُس کا جلال چمکے۔ اور اُس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اُسکے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دُکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔ ؎

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کاندریں خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ در پیش ہیں۔ جن کو مَیں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے پیر نازک ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سبّ و شتم سے۔ نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔

کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔ اور اُن کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے، کیا ہم اپنے پیارے خدا کی آزمائش سے جُدا ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اُس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں، ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔" (انوار اسلام مطبوعہ ۵ راکتوبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۲۱و۲۲)

اِبتلاؤں کا آنا ضروری ہے

"نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کیلئے وُہ راہ اختیار کرو، جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دُنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو۔ کہ وُہ خدا سے جُدا کرتی ہیں۔ اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو، اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وُہ

شکست جس سے خدا راضی ہو، اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضبِ الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اُس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں تمہاری مدد کرے گا۔ اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذّات چھوڑ کر اپنی عزّت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اُس کی راہ میں وہ تلخی نہ اُٹھاؤ، جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھالو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے۔ جس کو دل میں لگانا چاہیئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتا ہے، تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ نہیں ہے۔ اور اگر وہ باقی رہے تو سب باقی ہے۔ انسان کو اس فضول سے کیا فائدہ جو زبان

سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن قدم صدق نہیں رکھتا۔
دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو
دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔ اور اُس نفس سے
جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کیلئے نہیں ہیں
بلکہ کچھ خُدا کے لئے اور کچھ دنیا کیلئے۔ پس اگر تم دُنیا کی ایک
ذرہ بھی ملونی اپنی اغراض میں رکھتے ہو۔ تو تمہاری تمام عبادتیں
عبث ہیں۔ اِس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے۔ بلکہ
شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں
خدا تمہاری مدد کریگا۔ بلکہ تم اِس حالت میں زمین کے کیڑے ہو۔
اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اِس طرح ہلاک ہوجاؤگے جس طرح کہ
کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خدا نہیں ہوگا۔ بلکہ تمہیں
ہلاک کرکے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت
مرجاؤگے، تب تم خدا میں ظاہر ہوجاؤگے۔ اور خدا تمہارے
ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے۔
اور اُن دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی
دیواریں ہیں۔ اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔
اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور

تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کیلئے ہو جائیگی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے۔ اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے۔ تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو۔ جیسا کہ میں انسان ہوں۔ اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اُس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عمل طور پر کرو۔ تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کو اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔" (کتاب رسالہ الوصیت صفحہ ۱۰۔ ۱۹۰۸ء)

ایک نو مُسلِم کا واقعہ اور صَبر کی تلقین

نماز مغرب کے بعد حکیم نورالدین صاحب نے ایک نو مسلم پشاوری کا حال سنایا جو گذشتہ ماہ میں پشاوری جماعت کے ساتھ پشاور سے

آیا تھا۔ اور حضرت سے بیعت کی تھی۔ ان نومسلم صاحب کو اہلِ اسلام پشاور نے امدادی چندہ کر کے ایک دوکان کھول دی تھی۔ حکیم صاحب نے بیان کیا کہ آج اس کا خط آیا ہے کہ مسلمانوں نے جو امدادی طور پر چندہ سے مجھے دوکان کھول دی تھی، وہ اب اس لحاظ سے ضبط کرلی ہے کہ میں قادیان گیا اور بیعت کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔" ابتلاء ہے۔ صبر کرنا چاہیئے۔"

(روحانی خزائن ۲ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۴ صفحہ ۸۱ تا ۸۲)

عبد اللطیف شہیدؓ پر خدا تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں جس نے مسیح موعودؑ کی زندگی میں ایسا نمونہ صدق دکھلایا

"شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ ابتک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنے خدمت بجالاتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اُس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے۔ کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ پُورے زور اور پُورے صدق سے اس طرف

نہیں آئے۔ اور جس قوّتِ ایمان اور انتہا درجہ کے صدق وصفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اسپر قائم نہیں رہ سکتے۔ اور دنیا کی محبّت کیلئے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ خدا کے سلسلہ میں بھی داخل ہوکر اُن کی دُنیا داری کم نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا۔ اور اس راہ کے لئے ہر ایک دُکھ اُٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا، ابتک وُہ قوتیں اِس جماعت کی مخفی ہیں۔ خدا سب کو وُہ ایمان سکھا دے اور وُہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دُنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہونگے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

پھر ہم اصل واقعہ کی طرف رجوع کرکے لکھتے ہیں کہ جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائیش پر توبہ کرنے سے انکار کیا۔ تو امیر نے ان سے مایوس ہوکر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا۔ اور اسمیں یہ لکھا

کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے۔ تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔ اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کی ناک میں چھید کرکے اس میں رسّی ڈال دی جائے اور اسی رسّی سے شہید مرحوم کو کھینچکر مُقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا۔ اور ناک کو چھید کو سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈالی گئی۔ تب رسّی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مَقتل تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں اور مفتیوں او دیگر اہلکاروں کے یہ درد ناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا۔ اور شہر کی ہزارہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے، اس تماشا کے دیکھنے کیلئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے۔ تو شہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا۔ اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے۔ امیر انکے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی تجھے بچا لیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے، اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے۔ اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے

کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں۔ جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اور میں حق کے لئے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے۔ اس کو جلد سنگسار کرو۔ اسوقت امیر اور اُس کا بھائی نصر اللہ خان اور قاضی عبد الاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں۔ تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ۔ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔ تب امیر نے جواب دیا۔ کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو۔ اور تمہارا ہی فتویٰ ہے۔ اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اُتر کر ایک پتھر چلایا۔ جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا، اُس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے۔ اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید

مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہوگیا۔ پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہوجاؤنگا اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہیئے۔ بیان کیا گیا ہو کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴ ۔ جولائی کو وقوع میں آیا۔ اِس بیان میں اکثر حصّہ اُن لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے۔ جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے۔ اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصۃً لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ قصہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اسکا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا۔ اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی۔ شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰي۔ افسوس کہ یہ امیر زیر آیت مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا داخل ہوگیا۔ اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ

کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں۔ جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ **اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔** اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے، مَیں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۵ تا ۴۷)

شہداء کا ہونا سلسلہ کی صداقت کا عظیم نشان ہے

اب ایمان اور انصاف سے سوچنا چاہیئے کہ جس سلسلہ کا تمام مدار مکر اور فریب اور جھوٹ اور افترا پر ہو کیا اس سلسلہ کے لوگ ایسی استقامت اور شجاعت دکھلا سکتے ہیں کہ اس راہ میں پتھروں سے کچلا جانا قبول کرنا اور اپنے بچوں اور بیوی کی کچھ بھی پروا نہ کریں اور ایسی مردانگی کیساتھ جان دیں اور بار بار رہائی کا وعدہ بشرطِ فسخ بیعت دیا جاوے۔ مگر اس راہ کو نہ چھوڑیں۔ اسی طرح شیخ عبدالرحمٰن بھی کابل میں ذبح کیا گیا

اور دم نہ مارا۔ اور یہ نہ کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں بیعت کو توڑتا ہوں اور یہی سچے مذہب اور سچے امام کی نشانی ہے کہ جب کسی کو اُسکی پُوری معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور ایمانی شیرینی دل و جان میں رچ جاتی ہے تو ایسے لوگ اس راہ میں مرنے سے نہیں ڈرتے۔۔۔۔ سو خدا کا شکر ہے کہ مخلصین کی ایک بھاری جماعت میرے ساتھ ہے اور ہر ایک ان میں سے میرے لئے ایک نشان ہے۔ یہ میرے خدا کا فضل ہے۔" (بحوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۴۷ و ۲۴۸)

ثابت قدمی اور پاک صحبت کی برکات

اسلام ہے کیا؟ اسلام کا تو نام ہی اللہ تعالیٰ نے فطرت اللہ رکھا ہے فطرتی مذہب اسلام ہی ہے۔ مگر ان باتوں کی حقیقت تب کھلتی ہے جب انسان صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ کسی پاک صحبت میں رہے ثابت قدمی میں بڑی برکتیں ہیں۔ شہد کی مکھی ہی کو دیکھو کہ جب وہ ثابت قدمی اور محنت کے ساتھ اپنے کام میں لگتی ہے تو شہد جیسی نفیس اور کارآمد شئے تیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح جو خدا کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے وہ اس کو پالیتا ہے۔ نہ صرف پالیتا ہے بلکہ میرا تو یہ ایمان ہے کہ وہ اس کو دیکھ لیتا ہے۔۔۔ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا

ہو جاوے کہ وہ یقین کے درجہ تک پہنچ جاوے اور انسان محسوس کر لے کہ اس نے خدا کو دیکھ لیا ہے اور اس کی صفات سے واقفیت حاصل ہو جاوے، تو گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی تھی، اب ادھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی توبہ ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۷)

سلسلہ احمدیہ کو تمام دُنیا پر غلبہ حاصل ہو گا

اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُسکی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وُہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا اور حجت اور برہان کے رُو سے سب پر انکو غلبہ بخشے گا۔ وُہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کیساتھ یاد کیا جائیگا۔ خدا اِس مذہب اور اِس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادۃ برکت ڈالیگا۔ اور ہر ایک کو جو اسکے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ نامُراد رکھیگا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہیگا۔ یہانتک کہ قیامت آجائیگی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے کا کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اسکے ساتھ ہوں۔ اُس سے کون ٹھٹھا کریگا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور انکی اولاد جو باقی رہیگی، وہ بھی مریگی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسٰی بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی۔ اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسٰی ابتک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائینگے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسٰی کے انتظار کرنیوالے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اِس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دینگے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیگا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ تا ۶۵ تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے

"اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وُہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو۔ اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے۔ اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ۔ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑینگی۔ اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دیگا۔ وہ خیال کریگا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئینگے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اسوقت سُن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو، یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ تم نے یہ راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائینگے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے اُوپر دو لعنتیں جمع کر لو۔ ایک خلقت کی اور دُوسری خدا کی۔ یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ نہ ہو، کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وُہی ہمارا دشمن ہو جائے۔ تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۵)

باب ہفتم

دربارہ

شرط ششم

ششم :- یہ کہ اتباع رسم[30] اور مطابعت[31] ہوا وہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف[32] کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ[33] اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

فصل اوّل

رسوم کا تابع اور ہوا وہوس کا مطیع نہ بننا چاہیئے

"خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا تعالےٰ سے ملاوے۔ انسان کا مدعٰی صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیئے۔ شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ رسوم کا تابع اور ہوا وہوس کا مطیع نہ بننا چاہیئے۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور صرف ایک ہی قرآن شریف اُس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔"

(الحکم ۱۰ر مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۵)

رسوم کی بجاآوری میں آنحضرت صلعم کی مخالفت ہے

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا اب یہی طریقہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی فرمانبرداری کی جاوے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات

میں گرفتار ہیں۔ کوئی مرجاتا ہے تو قسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں۔ حالانکہ چاہیئے کہ مردہ کے حق میں دعا کریں۔ رسومات کی بجاآوری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ اُن کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد پنجم صفحہ ۲۴۰)

آنیوالی نسلیں تمہارے نمونہ کو دیکھ کر ہی ترقی کریں گی۔

"ہمیشہ ملتے رہو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ ایک دن آنا ہے کہ نہ ہم ہونگے اور نہ تم اور نہ کوئی اَور۔ یہ سب جنگل ویرانہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی کیا حالت ہوئی۔ ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے۔ پس اس تبدیلی کو مدّنظر رکھو اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنیوالی نسلیں آپ لوگوں کا مُنہ دیکھیں گی اور اس نمونہ کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤگے تو گویا آنے والی نسلوں کو تباہ کروگے۔ انسان کی فطرت میں نمونہ پرستی ہے۔ وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے۔ ایک شرابی اگر کہے کہ شراب

نہ ہوؤ یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو۔ ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو تو اُن کی نصیحتوں سے دوسرے کیا فائدہ اُٹھائیں گے۔ بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اس کا وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنے والے خود عمل نہ کرنے والے بے ایمان ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے واعظوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ غرض ایسے نمونوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے ہماری جماعتوں کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ تم ایسے نہ بنو۔ چاہیئے کہ تم ہر قسم کے جذبات سے بچو۔ ہر ایک اجنبی جو تم کو ملتا ہے وہ تمہارے مُنہ کو تاڑتا ہے اور تمہارے اخلاق۔ عادات۔ استقامت پابندیٔ احکامِ الٰہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں۔ اگر عمدہ نہیں تو تمہارے ذریعہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ پس اِن باتوں کو یاد رکھو۔ تَمَّ کَلَامُہُ الْمُبَارَکُ

(الحکم جلد ۸ نمبر ۴ صفحہ ۱-۲ مؤرخہ ۳۱ رجنوری ۱۹۰۴ء۔ بحوالہ
ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۶۴ - ۲۶۵)

فصل دوم

نبی اور مصلح کی ضرورت

گنہگاروں کیلئے ایسی ہے جیسے بیماروں کیلئے طبیب کی

"نبی کی ضرورت گنہگاروں کے لئے بعینہٖ ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ طبیب کی ضرورت بیماروں کے لئے۔ جیسا کہ بیماروں کی کثرت ایک طبیب کو چاہتی ہے ایسا ہی گنہگاروں کی کثرت ایک مصلح کو۔ اب اگر کوئی اس قاعدہ کو ذہن میں رکھ کر عرب کی تاریخ پر نظر ڈالے کہ عرب کے باشندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے کیا تھے اور پھر کیا ہو گئے تو بلاشبہ وہ اس نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور تاثیر قوی اور افاضۂ برکات میں سب نبیوں سے اوّل درجہ پر سمجھے گا۔ اور اسی بنا پر وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کی ضرورت کو دوسری تمام کتابوں اور نبیوں کی ضرورت سے بدیہی الثبوت یقین کرے گا۔ .... اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ انسان سہو و نسیان سے مرکب ہے اور نوع انسان میں خدا کے احکام عملی طور پر ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتے اس لئے ہمیشہ نئے یاد دلانے والے اور قوت دینے والے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن قرآن شریف صرف ان دو ضرورتوں

کی وجہ سے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ پہلی کتابوں کا درحقیقت مُتمّم اور مُکمّل ہے ...... توریت اِفراط کی طرف گئی ہے اور انجیل تَفریط کی طرف۔ اور قرآن شریف وسط کی تعلیم کرتا ہے اور محل اور موقعہ کا سبق دیتا ہے گو نفسِ تعلیم تینوں کتابوں کا ایک ہی ہے مگر کسی نے کسی پہلو کو شدّومد کے ساتھ بیان کیا اور کسی نے کسی پہلو کو۔ اور کسی نے فطرتِ انسانی کے لحاظ سے درمیانہ راہ لیا جو طریقِ تعلیمِ قرآن ہے اور چونکہ محل اور موقعہ کا لحاظ رکھنا یہی حکمت ہے سو اس حکمت کو صرف قرآن شریف نے سکھلایا ہے۔ توریت ایک بیہودہ سختی کی طرف کھینچ رہی ہے اور انجیل ایک بیہودہ عفو پر زور دے رہی ہے۔ اور قرآن شریف وقت شناسی کی تاکید کرتا ہے۔ پس جس طرح پستان میں آکر خون دودھ بن جاتا ہے۔ اسی طرح توریت اور انجیل کے احکام قرآن شریف میں آکر حکمت بن گئے۔ اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا تو تورات اور انجیل اس اندھے تیر کی طرح ہوتیں جو کبھی ایک آدھ دفعہ نشانہ پر لگ گیا اور سو دفعہ خطا گیا۔ غرض شریعت قصوں کے طور پر توریت سے آئی۔ اور مثالوں کی طرح انجیل سے ظاہر ہوئی اور حکمت کے پیرایہ میں قرآن شریف سے حق اور حقیقت کے طالبوں کو ملی۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۹ بحوالہ صفحہ ۴۲)

اسلام اِس وقت موسیٰ کا طُور ہے جہاں خدا بول رہا ہے

"مَیں پھر ہر ایک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا مَیں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ میں تمام غیر مذاہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں۔ مَیں ایک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رُو سے معجزہ ہے۔ موسیٰؑ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰؑ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

مَیں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔ اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مَیں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام

مذاہب مُردے۔ اُن کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلّق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانو! تمہیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مُردار کھانے میں کیا لذّت؟ آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے؟ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسیٰ کا طُور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر حق کو پا دے تو قبول کر لیوے۔ ......

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔"

(تبلیغ رسالت جلد ششم ص۱۸ و ۱۹)

اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہونی چاہیئے

"چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو۔ اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں

قائم ہو۔ اگر قرآن وحدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو۔ تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اور اپنے مولا حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اُٹھاؤ۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔"

(ازالہ اوہام ص۳۳۹)

قرآن مجید کی صداقت کی ایک زبردست دلیل

"کوئی کتاب بغیر خدائی نشانوں کے خدا تعالیٰ کا کلام کب بن سکتی ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو ہر ایک شخص اُٹھ کر کتاب بنادے۔ اور اس کا نام خدا تعالیٰ کا کلام رکھ لیوے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا وہی کلام ہے جو الٰہی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ آؤ جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے۔ وہ قرآن شریف ہے جس کی صدہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بچے پیرو اس کے ظلّی طور پر الہام پاتے ہیں۔ اور تا دم مرگ رحمت اور برکت اُنکے شامل حال ہوتی ہے۔ سو یہ خاکسار اسی آفتاب حقیقت سے فیضیافتہ اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔" (روحانی خزائن جلد دوم (تحفۂ حق) ص۴۷-۴۸)

کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولی ہیں!

"سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو۔ اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدّم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ

وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے تورات کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے اُن کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانے والا وہ رُوح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلّی بھی پکڑ سکتی ہے۔ اِسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور رُوحانیت اُن میں باقی نہ رہی کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا۔ مگر قرآن کا رُوح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سماء کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلّی عظیم جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ قرآن شریف ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری یا معنوی اِعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی کہ اِھْدِنَا

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں اُن نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمتیں بلند کرلو۔ اور قرآن کی دعوت کو ردّ مت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔"
(کشتی نوح ص۳۶ مطبوعہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

قرآن پاک کو اپنا پیشوا پکڑو

"اے میری عزیز جماعت! یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو۔ اور ہر ایک بات میں اُس سے روشنی حاصل کرو اور حدیثوں کو بھی ردّی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں۔ اور بڑی محنت سے اُن کا ذخیرہ تیار ہؤا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قصّوں سے حدیث کا کوئی قصّہ مخالف ہو تو ایسی حدیث کو چھوڑ دو تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے۔ سو تم اس پاک کلام کی قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے کسی شخص

کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک مؤثر ہوتی ہیں جس حد تک اُس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مع رسالہ عربی و علامات المقربین ص ــــ)

قرآن شریف کو ہر حدیث اور ہر قول پر مقدّم رکھو

" اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدّم رکھینگے ان کو آسمان پر مقدّم رکھا جائے گا۔

نوع انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمّد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچّی محبّت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔

(کشتی نوح ص ۱۹ مطبوعہ ۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

قرآنی احکام

قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلّی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمہ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بد نظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھ اور بجز اس کے دیکھنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ نہ بد نظری سے اور نہ نیک نظری سے۔ کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ نامحرم کے مقابلے کے وقت تیری آنکھ خوابیدہ رہے۔ تجھے اس کی صورت کی کچھ بھی خبر نہ ہو مگر اسی قدر جیسا کہ ایک دھندلی نظر سے ابتدائے نزول الماء میں انسان دیکھتا ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیؤ کہ مست ہو جاؤ۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجھے خدا کی راہ ہرگز نہ ملے گی۔ اور خدا تجھ سے ہمکلام نہیں ہوگا اور نہ پلیدیوں سے پاک کرے گا۔ اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے تم اس سے بچو۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ

وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ پر عمل بھی کر اور دوسروں کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کریں۔ اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کے لئے اپنے تمام بھائیوں کو وصیت بھی کر۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ بجز زنا کے اپنی بیوی کی ہر ایک ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو۔ بلکہ وہ کہتا ہے اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ۔ قرآن کا منشاء یہ ہے کہ ناپاک پاک کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور اُن سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اس سے صادر ہوتے ہیں گو ابھی تکمیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہے اور مشرکہ اور مفسدہ ہے اور جس پاک خدا پر تو ایمان رکھتا ہے اس سے وہ بیزار ہے تو اگر وہ باز نہ آوے تو تُو اسے طلاق دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ اب تیرے جسم کا ٹکڑا نہیں ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بھی گندہ کر دے اور تو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھا۔ بلکہ بیہودہ قسموں سے تجھے روکتا ہے۔ کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے۔ اور خدا

کسی ذریعۂ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا - کیونکہ اس سے اُسکی حکمت تلف ہوتی ہے - یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک متنازعہ فیہ امر میں گواہی نہ دے - تب فیصلہ کے لئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹھہرانا ہے - اور قرآن نہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے - جَزَآءُ السَّيِّئَةِ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ یعنی بدی کا بدلہ اُسی قدر بدی ہے جو کی گئی - لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخشدے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اُسے اس کا بدلہ دے گا - پس قرآن کی رُو سے نہ ہریک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہریک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہیئے اور چاہیئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بہ پابندی محل اور مصلحت ہو نہ بے قیدی کے رنگ میں - یہی قرآن کا مطلب ہے - اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیئے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کیلئے عام ہو - مگر جو تیرے خدا کا دشمن تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہے - سو تو ایسوں کو بھی

دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ۔ اور چاہیئے کہ تُو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے۔ اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں۔ اور اس بارے میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى۔ یعنی خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوقِ خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم اُن کے حقیقی رشتہ دار ہو۔ جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔ کیونکہ احسان میں ایک خود نمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنے والا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے۔ لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خود نمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو۔ اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے۔ خدا سے عدل یہ ہے کہ اُسکی نعمتوں کو یاد کر کے اُس کی فرمانبرداری کرنا۔ اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اُس کی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اُس کو دیکھ رہا ہے۔ اور خدا سے ایتاء ذی القربیٰ یہ ہے کہ اس کی عبادت نہ تو بہشت کی طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے تب بھی جوشِ محبت

اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اور انجیل میں لکھا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلّیات کا گھر ہے فتویٰ پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہیئے۔ پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنے والا قابلِ رحم ہے اور آسمان میں اُس پر لعنت نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اس کو معذور نہیں ٹھہراتا اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو۔ جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی۔ اور کسی نبی نے اُس کو لعنت سے آزاد نہیں کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیاں جھوٹیاں ہیں اور بہتیری لعنتیں اپنے ہی پر پڑتی ہیں۔ سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کر کے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم عادل کو ظالم ٹھہراؤ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جائیں۔ ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھلانے کے لئے نہ کرو۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم حسبِ مصلحت

بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجا لاؤ۔ جبکہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہارے نفس کے لئے بہتر ہے اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو جبکہ تم دیکھو کہ دکھانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں اور تا کمزور لوگ کہ جو ایک نیکی کے کام پر جرأت نہیں کر سکتے وہ بھی تمہاری پیروی سے اس نیک کام کو کرلیں۔ غرض خدا نے جو اپنے کلام میں فرمایا سِرًّا وَّعَلَانِيَةً یعنی پوشیدہ بھی خیرات کرو اور دکھلا کر بھی۔ ان احکام کی حکمت اُس نے خود فرما دی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے بھی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دُعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا۔ مگر قرآن سکھاتا ہے کہ اپنی دُعا کو ہر ایک موقع پر پوشیدہ مت کرو۔ بلکہ لوگوں کے روبرو اور اپنے بھائیوں کے مجمع کے ساتھ بھی کھلی کھلی طور پر دعا کیا کرو۔ تا اگر کوئی دُعا منظور ہو تو اس مجمع کے لیے ایمان کی ترقی کا موجب ہو۔ اور تا دوسرے لوگ بھی دُعا میں رغبت کریں۔"

(کشتیٔ نوح صفحہ ۳۹-۴۳ مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

قرآن مجید کی متابعت سے اسی جہان میں آثارِ نجات ملتے ہیں!

"قرآن شریف جو آنحضرتؐ کے اِتباع کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثارِ نجات کے ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوسِ ناقصہ کو بمرتبۂ تکمیل پہنچاتی ہے اور شکوک و شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۹۸)

پاک چشمہ کی خوشخبری

"میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی کو قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانیوالے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی

پیروی کے ہرگز نہیں مِل سکتا - کاش جو مَیں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں - اور جو مَیں نے سُنا ہے وہ سُنیں اور قصّوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں - وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے - وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دُور ہو جاتے ہیں - وہ آئینہ جس سے اُس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا مَیں ابھی ذکر کر چکا ہوں - جس کی رُوح میں سچائی کی طلب ہے وہ اُٹھے اور تلاش کرے - مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر رُوحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے - تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں - مگر یہ راہ کس طریق سے کُھلے گی اور حجاب کس دوا سے اُٹھیگا - مَیں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدّت سے مہر لگا چکی ہیں - سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے - اور یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سُن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اُس کے پیارے محبوب کا مُنہ دیکھ سکیں - مَیں

جوان تھا اب بوڑھا ہوا۔ مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۶)

عورتوں کے لئے خاص نصائح

"ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں۔ وہ تعدد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اس پر ایمان نہیں رکھتیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے پس اگر اسلام میں تعدد نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا۔ تو ایسی صورتیں کہ جو مردوں کے لئے نکاح ثانی کے لئے پیش آجاتی ہیں اس شریعت میں اُن کا کوئی علاج نہ ہوتا۔ مثلاً اگر عورت دیوانہ ہو جائے یا مجذوم ہو جائے یا ہمیشہ کے لئے کسی ایسی بیماری میں گرفتار ہو جائے جو بیکار کر دیتی ہے یا کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابلِ رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے اور مرد بھی قابلِ رحم کہ وہ تجرّد پر صبر نہ کر سکے تو ایسی صورت میں مرد کے قویٰ پر یہ ظلم ہے کہ اُس کو نکاح ثانی کی اجازت نہ دی جاوے۔ درحقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کے لئے یہ راہ کھلی رکھی ہے۔ اور

مجبوریوں کے وقت عورتوں کے لیے بھی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بے کار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ خلع کرالیں۔ جو طلاق کے قائم مقام ہے۔ خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی۔ پس غور کرو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ بعض مشکلات مردوں کے لئے ایسی پیش آ جاتی ہیں جن میں وہ نکاح ثانی کے لئے مضطر ہوتے ہیں۔ وہ شریعت کس کام کی جس میں کل مشکلات کا علاج نہ ہو دیکھو انجیل میں طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی۔ اور دوسرے صدہا طرح کے اسباب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہیں ان کا کچھ ذکر نہ تھا۔ اس لئے عیسائی قوم اس خامی کو برداشت نہ کر سکی اور آخر امریکہ میں ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا۔ سو اب سوچو کہ اس قانون سے انجیل کدھر گئی۔

اور اے عورتو! فکر نہ کرو۔ جو تمہیں کتاب ملی ہے وہ انجیل کی طرح انسانی تصرف کی محتاج نہیں۔ اور اس کتاب میں جیسے مردوں کے حقوق محفوظ ہیں عورتوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں۔ اگر عورت مرد کے تعدّد ازدواج پر ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خُلع کرا سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتیں جو مسلمانوں میں پیش آنے والی تھیں اپنی

شریعت میں ان کا ذکر کر دیتا تا شریعت ناقص نہ رہتی۔

سو تم اے عورتو! اپنے خاوندوں کے اِن ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلا سے محفوظ رکھے۔ بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابلِ مؤاخذہ ہے جو دو جوروئیں کرکے انصاف نہیں کرتا۔ مگر تم خود خدا کی نافرمانی کرکے موردِ قہرِ الٰہی مت بنو۔ ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائیگا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاوے۔ اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعدّد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قضاء و قدر کا قانون تمہارے لئے کھلا ہے۔ اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابلِ برداشت نہیں تو بذریعہ دُعا قضاء و قدر کے قانون سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ قضا و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا۔ ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز۔ زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی

مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصہ اُن کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات، قانتات میں گنی جاؤ اسراف نہ کرو۔ اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔"

(کشتی نوح ص۱۱ مطبوعہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

بیویوں سے نیک سلوک اور نرمی اور رفق کی تلقین

"مسلمانوں کے لیڈر عبدالکریم کو خُذُوا الرِّفْقَ الرِّفْقَ فَإِنَّ الرِّفْقَ رَأْسُ الْخَيْرَاتِ۔ "نرمی کرو نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کا سر نرمی ہے۔" (اربعین ۳ ص۲۵)

اس الہام میں تمام جماعت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں۔ وہ ان کی کنیزکیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔
اور حدیث میں ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں اچھا
وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر
نیکی کرو۔ اُن کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ
نہایت بد۔ خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی
کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو گندے برتن کی طرح مت
توڑو۔" (حاشیہ اربعین ۳ ص ۴۵)

عورتوں کی اصلاح کی طرف متوجہ رہو

"عورتیں بُت پرستی کی جڑ ہیں کیونکہ اُن کی طبائع کا میلان زینت
پرستی کی طرف ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بُت پرستی کی ابتداء انہیں
سے ہوئی ہے۔ بزدلی کا مادہ بھی ان میں زیادہ ہوتا ہے کہ ذرا سی
سختی پر اپنی جیسی مخلوق کے آگے ہاتھ جوڑنے لگ جاتی ہیں۔ اس
لئے جو لوگ زن پرست ہوتے ہیں رفتہ رفتہ اُن میں بھی یہ عادتیں
سرایت کر جاتی ہیں پس بہت ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی طرف متوجہ رہو
خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ ۔ مرد کو عورت کی نسبت
زیادہ قویٰ دیئے گئے ہیں..... اسلئے مرد کو چاہیئے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے۔"[۱]

[۱] ملفوظہ تقریر ۱۰ اگست ۱۹۰۳ء بمقام لاہور ص ۹

باب ہشتم

درباره

شرط ہفتم

ہفتم :- یہ کہ تکبّر[۳۵] اور نخوت
کو بکلّی چھوڑ دے گا - اور
فروتنی[۳۶] اور عاجزی اور خوش خلقی[۳۷]
اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی
بسر کرے گا -

فصل اوّل

تکبّر شرک کے بعد سب سے بڑی بلا ہے۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبّر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحّد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبّر کا نہیں۔ شیطان بھی موحّد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اُس کے سر میں تکبّر تھا۔ اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اُس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اُسکی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوقِ لعنت اُس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبّر ہی تھا۔" (روحانی خزائن جلد پنجم آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۹۸)

تکبّر سے بچنے کی تاکیدی تلقین

"تکبّر ایسی بلا ہے کہ انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ یاد رکھو! تکبّر شیطان سے آتا ہے اور تکبّر کرنے والے کو شیطان بنا دیتا ہے

جب تک انسان اس راہ سے قطعاً دُور ہو قبولِ حق و فیضانِ الوہیت ہرگز نہیں پاسکتا کیونکہ یہ تکبّر اس کی راہ میں روک ہوجاتا ہے پس کسی طرح سے بھی تکبّر نہیں کرنا چاہیئے۔ علم کے لحاظ سے نہ دولت کے لحاظ سے نہ وجاہت کے لحاظ سے نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے کیونکہ زیادہ تر تکبّر انہی باتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک انسان اپنے آپ کو ان گھمنڈوں سے پاک و صاف نہ کرے گا۔ اس وقت تک وہ اللہ جلّ شانہٗ کے نزدیک پسندیدہ و برگزیدہ نہیں ہوسکتا۔ اور وہ معرفتِ الٰہی جو جذباتِ نفسانی کے موادِ ردّیہ کو جلا دیتی ہے اسکو عطا نہیں ہوتی ......

...... پس میرے نزدیک تکبّر سے پاک ہونے کا یہی ایک عمدہ طریق ہے او ممکن نہیں کہ اس سے بہتر اور کوئی طریق مل سکے۔ سوائے اس کے کوئی انسان تکبّر سے پاک نہیں ہوسکتا وہ یہ ہے کہ انسان کسی قسم کا تکبّر فخر علم خاندان مال وغیرہ کا نہ کرے۔ اپنے آپ کو کسی سے بڑا نہ جانے بلکہ دوسرے کو بہتر سمجھے۔ انہیں اقسام کے تکبّر لوگوں میں ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ کسی کو آنکھ عطا فرماتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں کو دُور کرتی ہے اور ان سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے آتی ہے ....

سچی معرفت اس کا نام ہے کہ انسان نفسانیت سے اپنے آپ کو مسلوب اور محض لَا شَے سمجھے۔ اور آستانۂ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالےٰ سے نور اور فضل طلب کرے اور اُس نورِ معرفت کو مانگے جو جذباتِ نفس کو جلا دیتا ہے اور انسان کے اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے قوّت اور حرارت پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ نُور اللہ تعالےٰ کے محض فضل سے حاصل ہو جائے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط و شرحِ صدر اس کو حاصل ہو جاوے تو اُس پر کسی قسم کا غرور اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی انکسار اور فروتنی میں اَور بھی ترقی ہو اور کوئی چیز اپنی طرف سے نہ سمجھے اور نہ اپنی طرف منسوب کرے۔ کیونکہ جسقدر اپنے آپ کو لَا شَے اور خالی محض سمجھیگا اُسی قدر فیوض اور انوار و برکات اللہ تعالیٰ سے نزول فرما ہونگے جو اس کو روشنی اور ایمانی قوت پہنچائینگے۔ اگر انسان یہ طریق اختیار کرے گا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اُسکی اَخلاقی حالت عمدہ ہوتی جاوے گی۔ اپنے آپ کو کچھ سمجھنا اسی کا نام تکبّر ہے اور خدا اس پر لعنت کرتا ہے۔ مَیں یہ سب باتیں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا سے مفقود ہو گئی تھی

اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانہ میں پائے نہیں جاتے تھے۔ دوبارہ اسے قائم کرے۔

عام طور پر تکبر دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ علماء اپنے علم کی شیخی اور تکبر میں گرفتار ہیں۔ فقراء کو دیکھو تو ان کی حالت اور ہی قسم کی ہو رہی ہے اُن کو اصلاحِ نفس سے کوئی بھی غرض نہیں۔ جس قدر مجاہدے اور ریاضتیں ان لوگوں نے خود تجویز کئے ہوئے ہیں وہ سب گمراہی اور بدعات ہیں اور صرف لفظ ہی لفظ اور جسم ہی جسم ہیں۔ رُوحانیت کا نام و نشان اُن میں نہیں۔ اس لئے اُن کے مجاہدے اور ریاضتیں بھی کچھ اور ہی قسم کے ہیں۔ جیسے ذکر ارّہ وغیرہ جن کا پتہ چشمۂ نبوت سے قطعاً نہیں چلتا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ نفس کو پاک کرنے کی طرف اُن کی توجہ ہی نہیں۔ اور نہ یہ اُن کے مصنوعی مجاہدے دل کو پاک کر سکتے ہیں اور نہ کوئی نورِ معرفت کا ان سے حاصل ہو سکتا ہے پس یہ زمانہ اُس اصلی تقویٰ اور طہارت سے اِسوقت بالکل خالی پڑا تھا۔ طریق نبوی کو جو پاک ہونیکا ذریعہ تھا بالکل ترک کر دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ عہدِ نبوت اِس زمانہ میں دوبارہ آوے۔ اور وہی تقویٰ اور طہارت پھر قائم ہو جاوے اِسلئے اللہ تعالیٰ کی غرض اس جماعت سے یہ ہے کہ گُمشدہ معرفت کو دوبارہ دنیا میں اس جماعت کے ذریعہ قائم کرے۔" (تقریر حضرت اقدس صفحہ ۱۹، ۲۰ و ۲۱)

تکبر اور شرارت سے سَتّر برس کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں

"تکبّر اور شرارت بُری بات ہے۔ ایک ذرا سی بات سے ستّر برس کے عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک شخص عابد تھا وہ پہاڑ پر رہا کرتا تھا۔ اور مدّت سے وہاں بارش نہیں ہوئی تھی۔ ایک دفعہ بارش ہوئی تو پتھروں پر اور روڑیوں پر بھی ہوئی تو اُس کے دل میں اعتراض پیدا ہُوا کہ ضرورت تو بارش کی کھیتوں اور باغات کے واسطے ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ پتھروں پہ ہوئی۔ یہی بارش کھیتوں پر ہوتی تو کیا اچھا ہوتا۔ اِس پر خدا تعالیٰ نے اس کا سارا دلی پنا چھین لیا۔ آخر وہ بہت سا غمگین ہُوا۔ اور کسی اَور بزرگ سے استمداد کی تو آخر اس کو پیغام آیا کہ تُو نے اعتراض کیوں کیا تھا تیری اس خطا پر عتاب ہُوا ہے۔ اُس نے کسی سے کہا کہ ایسا کر کہ میری ٹانگ میں رسہ ڈال کر پتھروں پر گھسیٹ۔ پر اُس نے کہا کہ ایسا کیوں کروں۔ اُس عابد نے کہا کہ جس طرح مَیں کہتا ہوں اُسی طرح کرو۔ آخر اُس نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ اُسکی دونوں ٹانگیں پتھروں پر گھسیٹنے سے چھِل گئیں۔ تب خدا نے فرمایا کہ بس کر اب معاف کر دیا۔ اب دیکھو کہ لوگ کتنے اعتراض کرتے ہیں۔

ذرا زیادہ بارش ہو جائے تو کہتے ہیں کہ ہم کو ڈبونے لگ گیا ہے۔ اور ذرا توقف بارش میں ہو تو کہتے ہیں کہ اب ہم کو مارنے لگا ہے۔ یہ اعتراض کیسے بُرے ہوتے ہیں؟ دیکھو تقویٰ کیسے گم ہو گیا ہے۔ اگر ایک دو آنے رستے میں مل جاویں تو جلدی سے اُٹھا لیتا ہے۔ اور پھر اس کو کسی سے نہیں کہتا۔ حالانکہ تقویٰ کا کام یہ تھا کہ اُس کو سب کو سُناتا اور جس کے ہوتے اس کے حوالے کرتا۔ پھر کہتے ہیں کہ بارش نہیں ہوتی۔ بارش کیسے ہو اللہ تعالےٰ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔ اگر زیادہ بارش ہو تو دُہائی دیتے ہیں۔ ان سب حالتوں میں انسان تقویٰ سے خالی ہوتا ہے۔ پس چاہیئے کہ صبر کرے۔ اگر صبر نہ کرے تو پھر کافر ہو کر تو روٹی کھانی حرام ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ کبھی خدا تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔"

(ملفوظات جلد ششم ص۵۷)

قومیت پر فخر کرنا فضول ہے

"خدا تعالیٰ نہ محض جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قوم سے۔ اُسکی نظر ہمیشہ تقویٰ پر ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی رکھنے والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ

منتقی ہو۔ یہ بالکل جھوٹی بات ہے کہ میں سیّد ہوں یا مغل ہوں یا پٹھان اور شیخ ہوں۔ اگر بڑی قومیت پر فخر کرتا ہے تو یہ فخر فضول ہے۔ مرنے کے بعد سب قومیں جاتی رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور قومیت پر کوئی نظر نہیں۔ اور کوئی شخص محض اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو کہا ہے کہ اے فاطمہؓ! تو اس بات پر ناز نہ کر کہ تو پیغمبر زادی ہے۔ خدا کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں وہاں جو مدارج ملتے ہیں وہ تقویٰ کے لحاظ سے ملتے ہیں۔ یہ قومیں اور قبائل دنیا کا عُرف اور انتظام ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی مدارج عالیہ کا باعث ہوتا ہے۔ اگر کوئی سیّد ہو اور وہ عیسائی ہو کر رسول اللہؐ کو گالیاں دے اور خدا کے احکام کی بے حرمتی کرے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آلِ رسول ہونے کی وجہ سے بخشدیگا اور وہ بہشت میں داخل ہو جاوے گا۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سچا دین جو نجات کا باعث ہوتا ہے اسلام ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہو جاوے یا یہودی ہو یا آریہ ہو خدا کے نزدیک عزت پانے کے لائق نہیں۔ خدا تعالیٰ نے

نے ذاتوں اور قوموں کو اُڑا دیا ہے۔ یہ دنیا کے انتظام اور عزت کے لیئے قبائل ہیں۔ مگر ہم نے خوب غور کر لیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں اُن کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے۔ جو متقی ہے وہ جنّت میں جائیگا۔ خدا تعالےٰ نے اس کے لیئے فیصلہ کر چکا ہے۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک معزز متقی ہی ہے۔ پھر جو یہ فرمایا۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ کہ اعمال اور دُعائیں متقیوں کی ہی قبول ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ مِنَ السَّيِّدِيْنَ۔ پھر متقی کیلئے تو فرمایا مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ یعنی متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے اُس کو ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اب بتاؤ یہ وعدہ سیّدوں سے ہوا ہے یا متقیوں سے۔ پھر یہ فرمایا کہ متقی ہی اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ بھی سیّدوں سے نہیں ہوا۔ ولایت سے بڑھ کر اور کیا رتبہ ہوگا یہ بھی متقی کو ملا ہے۔ بعض نے ولایت کو نبوت سے فضیلت دی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے بڑھ کر ہے۔ نبی کا وجود دراصل دو چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔ نبوت اور ولایت۔ نبوت کے ذریعہ وہ احکام و شرائع مخلوق کو دیتا ہے اور ولایت اس کے تعلقات کو خدا سے

قائم کرتی ہے۔ پھر فرمایا۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ هُدًى لِّلسَّيِّدِيْنَ نہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ تقویٰ چاہتا ہے۔ ہاں سیّد زیادہ محتاج ہیں کہ اس طرف آئیں۔ کیونکہ متقی کی اولاد ہیں۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے آئیں نہ یہ کہ خدا تعالیٰ سے لڑیں کہ یہ سادات کا حق تھا۔ اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ ایسی بات ہے کہ جیسے یہودی کہتے ہیں کہ بنی اسمٰعیل کو نبوت کیوں ملی۔ وہ نہیں جانتے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ خدا تعالیٰ سے اگر کوئی مقابلہ کرتا ہے۔ تو وہ مردود ہے۔ وہ ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔"

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۰ صفحہ ۱۰ و ۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء)

نفسانیت کی فربہی اور تکبّر چھوڑ دو

"اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبّر ہے۔ یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب

آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو۔ اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں۔ اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے۔ اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب

حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گِدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اُس سے دُور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اُس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائیگا۔ وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کیلئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اُس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔

(کشتی نوح ص۱۸ مطبوعہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

تکبّر کی اقسام اور اُن سے بچنے کی ہدایت

" اس لئے مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر تم شائد نہیں سمجھوگے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ

اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل و علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کردے اور اُس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصوّر کرکے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اَسۡفَلُ السّٰفِلِیۡن میں جا پڑے اور اُس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کردے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوّت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سُناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اُس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے گا کہ اُس بھائی سے اس کو بدتر کردے اور وہ جس کی

تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اُس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں۔ اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سُست ہے۔ وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام چیزوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالےٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور مُنہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اُس کے پاس بیٹھتا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل وعیال

سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف مجھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو۔ اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر ہو جاؤ تا تم پر رحم ہو۔

(نزول المسیح صفحہ ۲۴-۲۵)

فصل دوم

عفو اور درگذر کی تعلیم

"پہلا خلق اُن میں سے عفو ہے یعنی کسی کے گناہ کو بخشدینا اس میں ایصالِ خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے سزا دلائی جائے قید کرایا جائے۔ جرمانہ کرایا جائے یا آپ اس پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ پس اُس کو بخشدینا اگر بخشدینا مناسب ہو تو اُس کے حق میں ایصالِ خیر ہے۔ اِس میں قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے (۱) وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (۲) جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۔ یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر

اپنا غصہ کھا جاتے ہیں۔ اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقع پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو یعنی عین عفو کے محل پر ہو نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائیگا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ خواہ نخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دیجائے۔ بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا۔ پس مجرم کے حق میں اور نیز عامۂ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح گناہ بخشنے کی عادت نہ ڈالو بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے۔ آیا بخشنے میں یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔ افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر بہت حریص ہوتے ہیں یہاں تک کہ داداوں پڑداداوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگذر کی عادت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات

اس عادت کے افراط سے دیّوثی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور ایسے قابل شرم حلم اور عفو اور درگذر اُن سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیّت اور غیرت اور عفّت کے برخلاف ہوتے ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں۔ اور ایسے عفو اور درگذر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اُٹھتے ہیں۔ انہیں خرابیوں کے لحاظ سے قرآن کریم میں ہر ایک خلق کے لئے محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے اور ایسے خلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو۔

یاد رہے کہ مجرّد عفو کو خُلق نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک طبعی قوّت ہے جو بچوں میں پائی جاتی ہے۔ بچّہ کو جس کے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی لگے۔ تھوڑی دیر بعد اس قصّہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اس کے پاس محبت سے جاتا ہے۔ اور اگر ایسے شخص نے اس کے قتل کا بھی ارادہ کیا ہو تب بھی صرف میٹھی بات پر خوش ہو جاتا ہے۔ پس ایسا عفو کسی طرح خُلق میں داخل نہ ہو گا۔ خُلق میں ایسی صورت میں داخل ہو گا جب ہم اس کو محل اور موقع پر استعمال کریں گے ورنہ صرف ایک طبعی قوت ہو گی۔ دنیا میں بہت تھوڑے ایسے

لوگ ہیں جو طبعی قوّت اور خُلق میں فرق کر سکتے ہیں۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حقیقی خُلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خُلق ہمیشہ محل اور موقع کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اور طبعی قوّت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ یوں تو چارپایوں میں گائے بھی بے شر ہے اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم اُن کو اِسی سبب سے اِن خُلقوں سے متّصف نہیں کہہ سکتے کہ ان کو محل اور موقع کی عقل نہیں دی گئی۔ خدا کی حکمت اور خدا کی سچّی اور کامل کتاب نے ہر ایک خُلق کے ساتھ محل اور موقعہ کی شرط لگا دی ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۶۶-۶۷-۶۸-۶۹)

باب نہم

درباره

شرط ہشتم

ہشتم :- یہ کہ دین[۳۸] اور دین کی عزت[۳۹]
اور ہمدردی اسلام[۴۰] کو اپنی جان
اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی
اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے عزیز تر
سمجھے گا ۔

فصل اوّل

دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے کی تاکید

"انسان کو چاہیئے کہ حسنات کا پلّہ بھاری رکھے مگر جہانتک دیکھا جاتا ہے اس کی مصروفیت اِسقدر دنیا میں ہے کہ یہ پلّا بھاری ہوتا نظر نہیں آتا۔ رات دن اِسی فکر میں ہے کہ وہ کام دنیا کا ہو جاوے۔ فلانی زمین مل جاوے۔ فلانا مکان بن جاوے حالانکہ اُسے چاہیئے کہ اسکا دین بھی دین کا پلڑا دنیا کے پلڑے سے بھاری رکھے۔ اگر کوئی شخص رات دن نماز روزہ میں مصروف ہے تو یہ بھی اس کے کام ہرگز نہیں آسکتا جبتک کہ خدا کو اُس نے مقدّم نہیں رکھا ہوا۔ ہر بات اور فعل میں اللہ تعالیٰ کو نصب العین بنانا چاہیئے ورنہ خدا کی قبولیت کے لائق ہرگز نہیں ٹھہرے گا۔ دنیا کا ایک بُت ہوتا ہے جو کہ ہر وقت انسان کی بغل میں ہوتا ہے۔ اگر وہ مقابلہ اور موازنہ کر کے دیکھے گا تو اُسے معلوم ہو گا کہ کس طرح نمائش اُس نے دنیا کے لئے ہی بنا رکھی ہے۔ اور دین کا پہلو بہت کمزور ہے حالانکہ عمر کا اعتبار نہیں اور نہ علم ہے

کہ اُس نے ایک پل کے بعد زندہ بھی رہنا ہے کہ نہیں۔ شیخ سعدیؒ نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ "مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار"

اس وقت جس قدر لوگ کھڑے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ ایک سال تک ان میں سے میں ضرور زندہ رہوں گا۔ لیکن اگر خدا کی طرف سے علم ہو جاوے کہ اب زندگی ختم ہے تو ابھی سب ارادے باطل ہو جاتے ہیں۔ پس خوب یاد رکھو کہ مومن کو دنیا کا بندہ نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ اس امر میں کوشاں رہنا چاہیئے کہ کوئی بھلائی اس کے ہاتھ سے ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ بڑا رحیم کریم ہے اور اس کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ تم دُکھ پاؤ۔ لیکن خوب یاد رکھو کہ جو اس سے عمدًا دُوری اختیار کرتا ہے اُس پر اُس کا قہر ضرور ہوتا ہے۔" (تقریر حضرت اقدس صفحہ ۲۱ ۲۹۔۳۰ دسمبر ۱۹۰۴ء)

دنیا پرستی انسان کی بڑی غلطی ہے

"بڑی غلطی انسان کی دنیا پرستی ہے۔ یہ بدبخت اور منحوس دنیا کبھی خوف دلانے سے اور کبھی اُمید دینے سے اکثر لوگوں کو اپنے دام میں لے لیتی ہے۔ اور یہ اُسی میں مرتے ہیں۔ نادان کہتا ہے کہ کیا ہم دنیا کو چھوڑ دیں؟ اور یہ غلطی انسان کو نہیں چھوڑتی

جب تک کہ اُس کو بے ایمان کر کے ہلاک نہ کرے - اے نادان۔ کون کہتا ہے کہ تُو اسباب کی رعایت چھوڑ دے - مگر دل کو دنیا اور دنیا کے فریبوں سے الگ کر۔ ورنہ تو ہلاک شدہ ہے اور جس عیال کے لئے تو حد سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے جہاں تک کہ خدا کے فرائض کو بھی چھوڑتا ہے اور طرح طرح کی مکاریوں سے ایک شیطان بن جاتا ہے۔ اس عیال کے لئے تو بدی کا بیج بوتا ہے اور اُن کو تباہ کرتا ہے اِس لئے کہ خدا تیری پناہ میں نہیں کیونکہ تُو پارسا نہیں - خدا تیرے دل کی جڑ کو دیکھ رہا ہے - سو تُو بے وقت مرے گا - اور عیال کو تباہی میں ڈالے گا - لیکن وہ جو خدا کی طرف جھکا ہُوا ہے - اس کی خوش قسمتی سے اس کے زن و فرزند کو بھی حصّہ ملے گا - اور اس کے مرنے کے بعد کبھی وہ تباہ نہیں ہونگے - جو لوگ مجھ سے سچا تعلّق رکھتے ہیں وہ اگرچہ ہزار کوس پر بھی ہیں تاہم مجھے لکھتے رہتے ہیں اور دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ انہیں موقعہ دے تا وہ برکات صحبت حاصل کریں مگر افسوس کہ بعض ایسے ہیں کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ قطع نظر ملاقات کے سال ہا سال گذر جاتے ہیں اور ایک کارڈ بھی ان کی طرف سے نہیں آتا - اِس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ اُن کے دل مر گئے اور اُن کے

باطن کے چہرہ پر کوئی داغِ جذام ہے۔ مَیں تو بہت دُعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت اُن لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اُٹھ کر گِرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ میری دُعائیں خدا قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے مَیں اور میرا خدا اُن سے بیزار ہیں۔ مَیں بہت خوش ہونگا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں۔ کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے۔ اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جاکر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا اُن کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ اُن کی نظر پاک ہے نہ ان کا دل پاک ہے۔ اور نہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ اُن کے پَیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور وہ اُس چوہے کی طرح

ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا اور اُسی میں رہتا اور اُسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔ جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اُس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خود داری کو الوداع کہکر میرے پیچھے ہو لے۔ میں اُس کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسے جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مُردار پھینکا جاتا ہے۔ جہاں سڑے گلے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں۔ اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کریگا جو صدق اور وفا میں اُن سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے

جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے۔ بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکر و فریب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ شائد اُن کے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکر ہیں اور اتفاقی طور پر شہرتیں اور قبولیتیں ہو جاتی ہیں۔ اس خیال سے کوئی پلید تر خیال نہیں اور ایسے انسان کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتّا بھی نہیں گر سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے لوگ اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں۔ خدا اُن کو ذلّت سے مارے گا۔ کیونکہ وہ خدا کے کارخانے کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں۔ وہ جہنمی زندگی کے دن گذارتے ہیں اور مرنے کے بعد بجز جہنم کی آگ کے اُن کے حصّہ میں کچھ نہیں۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۲ تا ۶۴)

خدمتِ اسلام کیلئے تحریک

"میں ہر ایک مسلمان کی خدمت میں نصیحتاً کہتا ہوں کہ اسلام کے لئے جاگو کہ اسلام سخت فتنہ میں پڑا ہے اس کی مدد کرو کہ اب یہ غریب ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں۔ اور مجھے

خدا تعالیٰ نے علم قرآن بخشا ہے اور حقائق و معارف اپنی کتاب کے میرے پر کھولے ہیں۔ اور خوارق مجھے عطا کئے ہیں۔ سو میری طرف آؤ تا اس نعمت سے تم بھی حصّہ پاؤ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کیا ضرور نہ تھا کہ ایسی عظیم الفتن صدی کے سر پر جس کی کھلی کھلی آفات ہیں ایک مجدّد کھلے کھلے دعویٰ کے ساتھ آتا۔ سو عنقریب میرے کاموں کے ساتھ تم مجھے شناخت کروگے۔ ہر ایک جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اُس وقت کے علماء کی ناسمجھی اُس کی سدّ راہ ہوئی۔ آخر جب وہ پہچانا گیا تو اپنے کاموں سے پہچانا گیا کہ تلخ درخت شیریں پھل نہیں لاسکتا اور خدا غیر کو وہ برکتیں نہیں دیتا جو خاصوں کو دی جاتی ہیں۔

اے لوگو! اسلام نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اعداء دین کا چاروں طرف سے محاصرہ ہے اور تین ہزار سے زیادہ مجموعہ اعتراضات کا ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں ہمدردی سے اپنا ایمان دکھاؤ اور مردان خدا میں جگہ پاؤ۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ (تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۰)

بیکسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست

ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا!
اے عجب ایں مرداں را مہرِ آں دلدار نیست

اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را
آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِؐ مختار نیست

اے برادر پنج روز ایامِ عشرت ہا بود
دائماً عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

(تبلیغ رسالت صفحہ ۲۰-۲۱ جلد سوم)

مالی عبادت صحیح رنگ میں کس طرح ہو سکتی ہے

" ایسا ہی مالی عبادت جسقدر انسان اپنی کوشش سے کر سکتا ہے وہ صرف اس قدر ہی نہیں کہ اپنے اموال مرغوبہ میں سے کچھ خدا کے لئے دیوے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر

مالی عبادت میں انسان صرف اس قدر بجا لاوے کہ اپنے اموال محبوبہ مرغوبہ میں کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں دیوے تو یہ کچھ کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے بکلی دست بردار ہوجائے اور جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا کا ہوجائے۔ یہاں تک کہ جان بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہو۔ کیونکہ وہ بھی مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ میں داخل ہے خدا تعالیٰ کا منشاء اس کے قول مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سے صرف درہم و دینار نہیں بلکہ یہ بڑا وسیع لفظ ہے جس میں ہر ایک وہ نعمت داخل ہے جو انسان کو دی گئی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

زندگی وقف کرنے کی اہمیت اور اس کی تلقین

"غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی ہے اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا

کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو کہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی جو خدا کے لئے اُس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اس للٰہی وقف کا اجر اُن کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۹۸-۹۹)

وقف زندگی کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا تجربہ اور وصیت

"میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس ملامت اور لذت سے حظ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار

میرا شوق ایک لذت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔

پس چونکہ میں خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں۔ اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دُکھ ہو گا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیّت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۱۰۰)

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمتِ خلق است

ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

باب دہم

درباره

شرط نہم

نہم :- یہ کہ عام خلق اللہ[۴۱] کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا۔ اور جہاں[۴۲] تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

خدا داد طاقتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچانیکا ایک مثالی واقعہ

"میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور مَیں نماز میں مصروف ہوں۔ میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جائے۔ تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اُس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو فائدہ پہنچاؤں۔ اور جہاں تک ممکن ہے اُس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اگر تم کچھ بھی اُس کے لئے نہیں کر سکتے تو کم از کم دُعا ہی کرو۔

اپنے تو درکنار مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور اُن سے ہمدردی کرو۔

لا اُبالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور مَیں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی ۷۰-۷۵ برس کی ضعیفہ ملی۔ اُس نے ایک خط اُسے پڑھنے کو کہا۔ مگر اُس نے اُسے جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اُس نے وہ خط مجھے دیا۔ مَیں اس کو لے کر ٹھیر گیا اور اُس کو پڑھ کر اچھی طرح

سمجھا دیا۔ اس پر پٹواری کو بہت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔"

(الحکم جلد ۸ ۲۵/۲۶ صفحہ ۱۴ ۳۱ جولائی و ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء)

اپنے بھائیوں سے پوری ہمدردی کرنے کی تلقین

"پھر میں دیکھتا ہوں۔ کہ بہت سے ہیں جن کو اپنے بھائیوں کی نسبت کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ مشکلات کے وقت اپنے اوقات مال۔ طاقت کو دوسرے کے لئے خرچ نہیں کرتے۔ اور اگر بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا کچھ بھی توجہ نہیں کرتا۔ اور اس کی خبرگیری کے لئے تیار نہیں ہوتا یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں گرفتار ہو تو اس کے لئے اپنے مال کا کچھ حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبرگیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم آیا ہے۔ بلکہ یہاں تک بھی آیا ہے کہ ہانڈی میں پانی زیادہ ڈالو اور اپنے ہمسائے کو بھی دو۔ دیکھو کس قدر تاکید ہمدردی کی ہے۔ مگر برخلاف اس کے آجکل اس حدیث کی کوئی بھی پروا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں۔ مگر ہمسایہ سے یہی مطلب نہیں جو اپنے گھر کے ساتھ رہتا ہو

بلکہ تمہارے بھائی جو تم سے ہزاروں اور سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر رہتے ہیں وہ سب تمہارے ہمسائے ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ اُن سب پر نیک ظن رکھو۔ اور ہمدردی کا کسی پہلو سے بھی اُن سے دریغ نہ کرو۔ ہر شخص کو ہر روز مطالعہ کرنا چاہیئے کہ وہ کہاں تک اِن امور کی پرداخت کرتا ہے۔ اس کا بڑا بھاری مطالبہ انسان کے ذمہ ہے۔ خدا تعالیٰ تمہاری ہمدردی کا بھوکا نہیں اور نہ اُسے کوئی پرواہ ہے وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے احکام نازل کرتا ہے اور تمہاری بہتری کو پسند کرتا ہے۔"

(تقریر حضرت اقدس علیہ السلام صفحہ ۲۳-۲۴)

شریعت کے ۲ دو بڑے حصوں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح

"شریعت کے ۲ دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں۔ جن کی حفاظت ہر ایک انسان کو ضروری ہے۔ ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی عبادت اُس کے خوف اور اس کی اطاعت میں اس کی ذات میں صفات میں کسی کو شریک اور برابر نہ بنایا جائے۔ اور حق العباد یہ کہ تکبّر خیانت ظلم وغیرہ بدخلقی کسی نوع کی اپنے کسی بھائی سے نہ

کی جائے۔ گویا اخلاقی حصہ میں کسی قسم کا فتور واقع نہ ہو اور کما حقہٗ حق اخوّت کی نگہداشت کی جاوے۔ سُننے میں تو یہ دو ہی فقرے ہیں مگر عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا بڑا ہی فضل ہو تو انسان دو ہی پہلوؤں پر قائم رہ سکتا ہے۔ کسی میں قوّتِ غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ جب ذرا سی بات پر غضب میں آجاتا ہے اور قوّت غضبی جوش مارتی ہے تو نہ دل اُس کا پاک رہ سکتا ہے۔ نہ زبان۔ دل میں کینہ رکھتا ہے۔ اور اندر ہی اندر اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے سوچتا رہتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ کسی میں قوتِ شہوت غالب ہوتی ہے اور وہ اُس میں گرفتار ہو کر حُدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرضیکہ جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ **کامل ایمان** جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے داخل نہیں ہوتا۔ پس سچا موحّد بننے کے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح کے لئے حتّی الوسع کوشش دن رات کرنی چاہیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اِس وقت اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنّی کا مرض بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر اپنے

دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرتے ہیں۔ اور نیک ظنّی نہیں کرتے بلکہ ایسے ایسے عیوب اُس کی طرف منسوب کرنے لگ جاتے ہیں جو اُس میں نہیں ہوتے۔ اور اگر وہی عیوب اُس کی طرف کوئی منسوب کرے تو اس کو سخت ناگوار معلوم ہو۔ پس اوّل یہ بڑی ضروری بات ہے کہ حتّی الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنّی نہ کرے اور ہمیشہ نیک ظنّ رکھا جاوے کیونکہ اس سے محبت اور اُنس بڑھتا ہے اور آپس میں میل جول بڑھنے سے جماعت میں قوّت پیدا ہوتی ہے اور دوسروں کو نکتہ چینی کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور خود انسان بھی دوسرے حسد کینہ بُغض وغیرہ سے بچا رہتا ہے۔" (تقریر حضرت اقدسؑ صفحہ ۲۲ و ۲۳)

خدا تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرو اور اُن کے ہمدرد بن جاؤ

"اُس کے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو۔ اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبّر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیّت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم

ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبّر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔"
(کشتی نوح صـ۱۷ مطبوعہ ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

بنی نوع سے نیک معاملہ موجب نجات بنتا ہے

"دنیا میں کبھی علمِ صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی عملِ صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی قولِ صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی فعلِ صحیح سے نجات ملتی ہے اور کبھی بنی نوع سے معاملہ پاک موجب نجات ہو جاتا ہے۔ اور کبھی خدا سے معاملہ نیک درد و دُکھ سے چھڑاتا ہے۔ اور کبھی ایک درد دوسری دردوں کے لئے کفارہ ہو جاتی ہے۔

سچ کہو۔ جھوٹ نہ بولو۔ بیہودہ باتوں سے پرہیز کرو اور اپنے فعل یا قول سے کسی کو نقصان مت پہنچاؤ۔ اپنی زندگی کو پاک رکھو۔ غیبت نہ کرو۔ اور کسی پر بہتان مت لگاؤ۔ نفسانی شہوات

اپنے پر غالب نہ ہونے دو۔ کینہ اور حسد سے پرہیز کرو۔ بُغض سے اپنا دل صاف رکھو۔ اپنے دشمن سے بھی وہ معاملہ نہ کرو جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ ایسی نصیحتیں دوسروں کو مت کرو جن کے تم خود پابند نہیں۔ معرفت کی ترقی میں لگے رہو۔ جہل سے دل کو پاک کرو۔ جلدی سے کسی پر اعتراض مت کرو۔

نفرت کرنے سے نفرت رفع نہیں ہوتی بلکہ اَور بھی بڑھتی ہے محبت نفرت کو ٹھنڈا کر کے رفع کر دیتی ہے۔" (پیغام صلح صفحہ ۳۷)

اپنی ہمدردی کا دائرہ وسیع رکھو خواہ کوئی مسلمان ہو۔ ہندو ہو عیسائی ہو یا کوئی اَور ہو۔

"ہمدردی خلق اللہ کی ایک ایسی شے ہے کہ اگر انسان اسے چھوڑ دے اور اس سے دُور ہوتا جاوے اور اس سے کام نہ لے تو انجام کار یہ انسانیت سے نکل کر وحشی اور درندہ بن جاتا ہے انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔ اور وہ اُسی وقت تک انسان رہتا ہے جب تک وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مروّت سلوک اور احسان سے کام لیتا رہے۔ جیساکہ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے:۔ "بنی آدم اعضائے یکدیگر اند" اور

اُن کا یہ کہنا صحیح اور ٹھیک ہے۔ یاد رکھو کہ ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت ہی وسیع ہے۔ میں ان لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور نہ اُن کی ایسی تعلیم کو پسند کرتا ہوں جو ہمدردی کو صرف اپنی قوم تک ہی محدود کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اپنی قوم سے ہی ہمدردی کرنی چاہیئے غیر قوم سے ہرگز ہمدردی نہیں کرنی چاہیئے۔ میں تو تاکید کرتا ہوں کہ اپنی قوم اور غیر قوم سے برابر ہمدردی کرنی چاہیئے کسی قوم اور کسی فرد کو الگ نہیں رکھنا چاہیئے۔ میں آجکل کے بعض جاہلوں کی طرح یہ کہنا نہیں چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق کی ہمدردی کرو خواہ وہ کوئی ہو۔ مسلمان ہو۔ ہندو ہو۔ عیسائی ہو یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تو اِس امر کو بھی جائز رکھتے ہیں کہ دوسرے کا مال زبردستی یا چوری یا جس طرح حاصل ہو سکے لے لیا جاوے اور ہر قسم کے جور و ظلم کو دوسرے لوگوں پر حلال جان لیا ہے بلکہ اُن میں بعض اِس قسم کے خیالات بد بھی رکھتے ہیں کہ

اگر ایک شیرے کے مٹکے میں ہاتھ ڈالا جاوے اور پھر اس کو تلوں (کنجد) میں ڈال کر تل لگائے جاویں تو جس قدر تل اُس کو لگ جاویں اُسی قدر دھوکا اور فریب دوسروں کو دے سکتے ہیں۔ اُن کی ایسی بے ہودہ اور خیالی باتوں نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اور اُن کو قریبًا وحشی اور درندہ بنا رہا ہے مگر میں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرہ کو محدود نہ کرو۔ بلکہ اپنی ہمدردی کے لیے اس تعلیم کی پیروی کرو جس کے اللہ تعالیٰ نے تین مراتب بیان فرمائے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی۔ اوّل سب سے چھوٹی نیکی عدل کو قرار دیا ہے یعنی جو شخص تم سے نیکی کرے تم بھی اس کے ساتھ ویسی ہی نیکی کرو۔ یعنی نیکی کرنے میں عدل کو ملحوظ رکھو۔ پھر دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ نیکی کرو۔ اس درجہ کا نام احسان ہے۔ اگرچہ یہ عدل سے بڑھا ہوا ہے اور بڑا خوبی اور نیکی کا کام ہے۔ مگر اس میں بھی ایک نقص ہے کہ کبھی احسان کرنے والے کے دل میں ریاء۔ خودی۔ تکبر آ سکتا ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ کبھی نہ کبھی احسان کرنے والا اپنا احسان

جتلا بھی دے کہ میں نے تیرے ساتھ فلاں نیکی اور احسان کیا ہے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر ایک اور تیسرا درجہ ہے جس کا نام اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی ہے۔ اس میں ریاء۔ خودی تکبر اور مَنّ (احسان جتلانا) اور اَذٰی (دُکھ دینا) کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ ہے کہ انسان اپنے فطری جوش اور محبت ذاتی اور طبعی خواہش کے رنگ میں احسان کرے جیسے ماں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ اس پرورش میں اجر اور صلے کی خواہشگار نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کو بچہ کی موت و زندگی کا کوئی علم بھی نہیں ہوتا۔ صرف ایک طبعی جوش ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ نے اس کے دل میں ڈالا ہوا ہوتا ہے جس سے وہ بچہ کی پرورش اور آرام کے لئے بے اختیار اپنے سارے سکھ اور آرام قربان کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دے دے کہ تو اپنے بچہ کو دودھ مت پلا۔ اگر ایسا کرنے سے تیرا بچہ مرگیا تو اس کی کوئی سزا تجھے نہیں دی جائے گی تو کیا کوئی ماں ایسا حکم سن کر خوش ہوگی اور اس کی تعمیل کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اپنے دل میں اس بادشاہ کو کوسیگی کہ کیوں اس نے

ایسا حکم دیا۔ پس اگر تم پورا نیک بننا چاہتے ہو تو اپنی نیکی کو اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی (طبعی نیکی) کے درجہ تک پہنچاؤ۔ اِس طریق پر نیکی کیا کرو کہ طبعی مرتبہ تک اس کو پہنچا دو۔ کیونکہ جب کوئی شئے ترقی کرتی کرتی اپنے کمال طبعی تک پہنچ جاتی ہے اُس وقت وہ کامل ہو جاتی ہے۔ جب تک کوئی شئے ترقی کرتی کرتی اپنے طبعی مرکز تک نہیں پہنچ جاتی تب تک وہ کمال کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نے نیکی کو بہت ہی پسند کرتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اُسکی ساری مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک و برتر ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی شَانُہٗ۔

(تقریر حضرت اقدس صفحہ ۲۶-۲۷-۲۸ - ۲۹/۳۰ دسمبر ۱۹۰۴ء)

باب یازدہم

دربارہ

شرط دہم

دہم ۔ یہ کہ اِس عاجز[۴۳] سے عقدِ اخوت محض للہ
باقرارِ طاعت در معرفت باندھ کر اُس پر
تاوقتِ[۴۴] مرگ قائم رہیگا اور اِس عقدِ اخوت[۴۵]
میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اُس کی نظیر دنیوی رشتوں
اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں پائی نہ جاتی
ہو

مسیح موعودؑ سے تعلق اخوت

"مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے۔ اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے۔ اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفس مزکّی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے .... میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں .... سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کیلئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام اُنکے نورِ اخلاص کی طرح نور الدین ؓ ہے۔ میں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلاءِ کلمۂ اسلام کیلئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ اُن کے دل میں جو تائید دین کے لئے

جوش بھرا ہوا ہے اُسکے تصوّر سے قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔" (فتح اسلام صفحہ ۲۴-۲۵)

خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری ایک موت چاہتا ہے

"خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ایک راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو قرب حاصل کیا تو اُس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى۔ ابراہیم وہ ابراہیم ہے جس نے وفاداری دکھلائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے۔ جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کیلئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بُت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدّم ہوتی ہے وہ بُت ہے۔ اور اس قدر بُت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اُس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ مَیں بُت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت

کی برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى کی آواز اُس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دُکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دُکھ اُٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دُکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ اُن پر کوئی اثر نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اُٹھانے کو تیار ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۲۹۔۴۳۰)

حضرت مسیح موعودؑ کے مخالف اپنے ارادوں میں ناکام رہیں گے

"مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اور اُن کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ اِن خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مریں گے اور بہتیرے اُن میں سے

ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے۔ اور قبروں میں حسرتیں لے گئے۔ مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جبکہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا۔ اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو اس کو بھی اُس کا ہونا ہی پڑتا ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۸)

حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنیوالا ہر آفت سے بچایا جائیگا

"میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے

میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے۔ جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصّہ لیگا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائیگا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائیگا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دُور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے۔ اور اُس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔" (فتح اسلام صہ۳۴)

اگر طوفان سے بچنا چاہتے ہو تو میری طرف دوڑو!

"میری طرف دوڑو کہ وقت ہے۔ جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا۔ لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔ سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظلّ جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے خدا نے اس وقت اس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے

بدلہ لے لیا۔ کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسٰی بن مریم کو خدا بنایا۔ اور ہمارے سید مولیٰ حقیقی شفیع کو گالیاں دیں اور بد زبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا۔ اس لئے اُس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے اور اُس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔" (دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء صفحہ ۱۳)

خدا مسیح موعود سے تعلق رکھنے والوں کو دوسرے لوگوں پر قیامت تک غالب رکھیگا

(۱) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (۲) إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (۳) وَقَالُوا أَنَّىٰ لَكَ هٰذَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ عَجِيبٌ۔ يَجْتَبِي مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ ترجمہ:- کہہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت رکھے۔ میں تجھے وفات دونگا اور تجھے اپنی طرف اُٹھاؤنگا۔ اور تیرے تابعین کو تیرے منکروں پر

قیامت تک غالب رکھونگا۔ لوگ کہیں گے کہ یہ مقام تجھے کہاں سے حاصل ہوا۔ کہہ وہ خدا عجیب ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے۔ اور یہ دن ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔

اور یہ آیت کہ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بار بار الہام ہوئی کہ میخ فولادی کی طرح دل کے اندر داخل ہوگئی۔ اس سے یقیناً معلوم ہوا۔ کہ خداوند کریم ان سب دوستوں کو جو اس عاجز کے طریق پر قدم ماریں بہت سی برکتیں دیگا اور ان کو دوسرے طریقوں کے لوگوں پر غلبہ بخشے گا۔ اور یہ غلبہ قیامت تک رہیگا۔ اور اس عاجز کے بعد کوئی مقبول ایسا آنے والا نہیں کہ جو اس طریق کے مخالف قدم مارے۔ اور جو مخالف قدم مارے گا اسکو خدا تباہ کرے گا۔ اور اس کے سلسلہ کو پائیداری نہیں ہوگی۔ یہ خدا کی طرف سے وعدہ ہے جو ہرگز تخلف نہیں کریگا۔" (تذکرہ ص۶۲)

افرادِ جماعت کو نصائح

کوئی دنیا کا کیڑا ہوکر مجھ سے پیوند نہ کرے

"اے نادانو! خوب سمجھو۔ اے غافلو! خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمال کے کسی طرح رہائی نہیں۔ اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں

بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے - اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے - اور رسول کریمؐ کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے - بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکّے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبّر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں - اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں - اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے - مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبّر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے ربّ کریم کو یاد رکھتے ہیں - اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں - سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے - جو شخص شرارت اور تکبّر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اِسی جہان میں باہر نہیں وہ اُس جہان میں کبھی باہر نہیں ہو گا - میں کیا کروں اور کہاں سے

ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دُور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے۔ اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتا ہے۔ ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ ہے کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ ہے کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے کئے جاؤں گا۔

اور دُعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اِس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور رحمت کا ہاتھ لمبا کرکے اُن کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے اُن کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دُعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دُعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اُس کو حاصل ہو تو اُس کو اے قادرِ خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے۔ اور اُس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔ اب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے میں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ شیر سے۔ اسی وجہ سے میں نہیں چاہتا کہ کوئی دنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔"

(شہادت القرآن صفحہ ۱۰۲-۱۰۴)

خدا تعالیٰ کا ارادہ اِس جماعت کو خاص جماعت بنانے کا ہے۔

"ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے۔ اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اُس پر

عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالےٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا اُس پر کوئی نہ کوئی ایسا وقت آ جائیگا کہ وہ الگ ہو جائیگا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔ اعمال پَروں کی طرح ہیں بغیر اعمال کے انسان رُوحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالےٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے اگر وہ اُس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام اُن سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی۔ اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں اُن کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے نیچے اور اُس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر

ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ سستی اور غفلت نہ کرے ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے۔ لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیئے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۹ - ۴۴۰)

تمام لوگ اپنے خالق حقیقی کی شناخت محبت اور اطاعت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں

"اے لوگو! تم اپنے سچے خداوند خدا اپنے حقیقی خالق اپنے واقعی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس جب تک یہ امر جو تمہاری خلقت کی علتِ غائی ہے بیّن طور پر تم میں ظاہر نہ ہو تب تک تم اپنی حقیقی نجات سے بہت دُور ہو۔ اگر تم انصاف سے بات کرو۔ تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو۔ کہ بجائے خدا پرستی کے ہر دم دنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بُت تمہارے دل کے سامنے ہے جس کو تم ایک ایک سیکنڈ میں ہزار ہزار سجدہ کر رہے ہو۔ اور تمہارے تمام اوقاتِ عزیز

دنیا کی جوڑ توڑ تگ ودو میں ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمہیں دوسری طرف نظر اُٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمہیں یاد بھی ہے کہ انجام اس ہستی کا کیا ہے؟ کہاں ہے تم میں انصاف! کہاں ہے تم میں امانت! کہاں ہے تم میں وہ راستبازی اور خدا ترسی اور دیانت داری اور فروتنی جس کی طرف تمہیں قرآن بلاتا ہے۔ تمہیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمہارے دل میں نہیں گذرتا کہ اُس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض کوئی واسطہ کوئی تعلق اُس قیّومِ حقیقی سے رکھا ہوا ہی نہیں اور اس کا نام تک لینا تم پر مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑو گے کہ ہرگز ایسا نہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کا قانونِ قدرت تمہیں شرمندہ کرتا ہے جبکہ وہ تمہیں جتلاتا ہے کہ ایمان داروں کی نشانیاں تم میں نہیں۔ اگرچہ تم اپنی دنیوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانت رائے کے مدعی ہو مگر تمہاری لیاقت تمہاری نکتہ رسی تمہاری دُور اندیشی صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنی اس عقل کے ذریعہ سے اس دوسرے عالم کا ایک ذرا سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے۔

جس کی سکونت ابدی کے لیے تمہاری رُوحیں پیدا کی گئی ہیں۔ تم دنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے۔ مگر وہ دوسرا عالم جس کی خوشیاں سچے ایمان کے لائق اور دائمی ہیں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمہیں یاد نہیں آتا۔ کیا بدقسمتی ہے کہ بڑے امراہم سے تم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو۔ اور جو گزشتنی اور گزاشتنی امور ہیں اُن کی ہوس میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہو۔ تمہیں خوب خبر ہے کہ بلاشبہ وہ وقت تم پر آنے والا ہے جو ایک دم میں تمہاری زندگی اور تمہاری ساری آرزوؤں کا خاتمہ کر دے گا۔ مگر یہ عجیب شقاوت ہے کہ باوجود اس علم کے پھر اپنے تمام اوقات دنیا طلبی میں ہی برباد کر رہے ہو اور دنیا طلبی بھی صرف وسائل جائزہ تک محدود نہیں بلکہ تمام ناجائز وسیلے جھوٹ اور دغا سے لے کر ناحق کے خون تک تم نے حلال کر رکھے ہیں اور ان تمام شرمناک جرائم کے ساتھ جو تم میں پھیلے ہوئے ہیں کہتے ہو کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ہمیں ضرورت نہیں۔ بلکہ اس سے سخت عداوت رکھتے ہو۔ اور تم نے خدا تعالےٰ کے آسمانی سلسلہ کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے

ذکر کرنے میں بھی تمہاری زبانیں کراہت سے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ اور بڑی رعونت اور ناک چڑھانے کی حالت میں ہجو کا حق ادا کرتی ہیں۔ اور تم بار بار کہتے ہو کہ ہمیں کیونکر یقین آوے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے۔ مَیں ابھی اس کا جواب دے چکا ہوں کہ اِس درخت کو اُس کے پھلوں سے اور اس نیّر کو اس کی روشنی سے شناخت کروگے۔ مَیں نے ایک دفعہ یہ پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے۔ اب تمہارے اختیار میں ہے کہ اس کو قبول کرو یا نہ کرو۔ اور میری باتوں کو یاد رکھو یا لوحِ حافظہ سے بھلا دو ۔ ؎

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارو
یاد آئیں گے تمہیں میرے سخن میرے بعد

(فتح اسلام صفحہ ۴۳-۴۴)

کون بیعت لینے کے بعد جماعت میں ہے اور کون خارج ہے

"مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُسی

کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے۔ اِس سے بچو۔ دُعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دُعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا۔ بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہُوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدّم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے۔ رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا

ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ [9] جو شخص اپنے ماں باپ
کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں اُن
کی بات کو نہیں مانتا۔ اور اُن کی تعہدِ خدمت سے لاپروا ہے وہ
میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ [10] جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب
سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت
میں سے نہیں ہے۔ [11] جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی
محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ [12] جو شخص
نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گنہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ
میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ [13] ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی
خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے۔ وہ میری جماعت میں سے
نہیں ہے۔ [14] جو شخص اس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا
تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے
[15] جو شخص مجھے فی الواقعہ مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ
میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور [16] جو شخص اُمورِ معروفہ میں
میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری میں سے نہیں
ہے اور [17] جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں
ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ [18] ہر ایک زانی۔ فاسق

شرابی[20]۔ خونی[21]۔ چور[22]۔ قمار باز[23]۔ خائن[24]۔ مرتشی[25]۔ غاصب[26]۔ ظالم[27]۔ دروغگو[28]
جعل ساز[29] اور ان کا ہمنشین اور اپنے[30] بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ ان زہروں کو کھا کر تم کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر[31] ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں۔ اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کیے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے۔ کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا ہے۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں اور خدا ان کی حمایت میں۔"

کشتی نوح ص۲۶ مطبوعہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دعاء خاتمۂ کتاب

"اَب مَیں ختم کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو۔ اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ۔ اور زمین اُس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے (آمین ثم آمین)"

(کشتی نوح ص۱۰۶ مطبوعہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۲ء)

تمت

دُعائیہ اَشعار

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شَود پیدا

بمُفت ایں اجرِ نُصرت را دہندت اے اَخی ورنہ
قضاءِ آسمان است ایں بہر حالت شَود پیدا

کریما صد کرم کُن بر کسے کو ناصرِ دیں است
بلاءِ او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

چناں خوشدار او را اے خدائے قادرِ مُطلق
کہ در ہر کار و بار و حالِ او جنت شود پیدا

تشکر و امتنان

اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ توفیق اور اُس کے فضل و کرم سے کتاب انوارِ ہدایت زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اور زیرِ نظر ہے۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ ط

دراصل اس کامیابی کا سہرا ان بزرگانِ کرام اور عزیزان کے سر ہے۔ جنہوں نے اپنا دستِ تعاون بڑھا کر میری ہمت بندھائی اور اس کٹھن اور عرق ریزی کام کا بیڑا اٹھانے کا حوصلہ دلایا۔ ورنہ اتنی قلیل مدت میں کتاب کا اشاعت پذیر ہونا تو الگ رہا مسودہ تیار ہونا بھی مشکل تھا۔ فجزاھم اللہ احسن جزاء۔

ذیل میں ان تمام معاونینِ کرام کے اسمائے گرامی شکریہ اور دعا کے ساتھ درج ہیں جنہوں نے دامے، درمے، سخنے، قدمے اور قلمے تعاون فرمایا۔ نادرِ مطلق اور محسنِ حقیقی سے نہایت عاجزانہ التجا ہے کہ وہ ان سب حضرات پر اپنے بے انتہا دنیا و آخرت میں فضل نازل فرمائے۔ اپنی رضا کی راہوں پر چلاتے ہوئے انوارِ ہدایت سے ہمیشہ نوازتا رہے اور ہر حال میں ان سب کا حافظ و ناصر ہو۔ اللّٰھم آمین۔

مورخہ ۱۲/۱۲/۲۲

محتاجِ دعا: عبدالرحمٰن مبشر مولوی فاضل
مؤلف کتاب انوارِ ہدایت۔

فہرست معاونین

قلمی معاونین

نمبر شمار	نام و پتہ معاونین	
۱	مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب	ربوہ
۲	" مولانا محمد صادق صاحب سابق مبلغ سماٹرا	"
۳	عزیزی غلام سرور خان صاحب ناصر	ڈیرہ غازیخان
۴	عزیزم [illegible]	"
۵	عزیزم نذیر احمد صاحب بی اے سٹوڈنٹ	"
۶	" جمیل احمد خان صاحب " "	"
۷	" احمد خان صاحب لائبریرین	"
۸	" مولوی خان محمد صاحب مولوی فاضل	"
۹	مولوی بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ گوجرہ	حال احمد نگر
۱۰	سید محمد یحییٰ قمر صاحب خوشنویس دارالرحمت	ربوہ
۱۱	چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب خوشنویس	"
۱۲	قریشی محمد اسمٰعیل صاحب خوشنویس دارالیمن	"

مالی معاونین

۱۳ عزیزی لیپرم عبدالوہاب خاں قمر کلاکتھ مرچنٹ ڈیرہ غازی خاں
۱۴ " سید محمد عثمان صاحب کلرک صدر، صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ

عہدیداران و کارکنان صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید ربوہ

۱۵ مکرم نور محمد صاحب رتو چھوی ضلع جہلم دفتر وکیل الزراعت
۱۶ " چوہدری ناصر احمد صاحب وکالت تبشیر۔
۱۷ " مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اسلم دفتر وکالت تعلیم۔
۱۸ " چوہدری بشیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید۔
۱۹ " حافظ عبدالسلام صاحب وکیل المال۔
۲۰ " میاں غلام محمد صاحب ناظر دیوان و تجارت و صنعت۔
۲۱ " چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ ناظر زراعت۔
۲۲ " صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال۔
۲۳ " سید محمد یوسف صاحب مختار عام۔
۲۴ " مرزا محمد صادق صاحب انچارج دفتر پرو موٹر کارپوریشن لمیٹڈ۔ ربوہ
۲۵ " محمود احمد صاحب سعید دفتر وکیل التبشیر۔
۲۶ " چوہدری سعید احمد صاحب عالم گیر بی اے۔ افسر خزانہ۔
۲۷ " محمد عبداللہ خاں صاحب کارکن خلافت لائبریری۔

۲۸ مکرم سید محمد عثمان صاحب کلرک صدر صدر انجمن۔

معلّمین وقف جدید ربوہ

۲۹ مکرم ڈاکٹر غلام محمد صاحب چک جال شمالی براستہ لیاقت آباد ضلع میانوالی۔

۳۰ " محمود احمد صاحب نسیم گوٹھ شاہ دین سندھ۔

۳۱ " چوہدری طفیل احمد صاحب باجوہ گوٹھ چوہدری فتح دین سندھ۔

۳۲ " ملک سلطان احمد صاحب موضع پکّہ نسوآنہ ضلع جھنگ۔

۳۳ " مولوی نثار احمد صاحب راٹھور مٹھی ضلع تھرپارکر سندھ۔

۳۴ " سعید احمد صاحب سیکرٹری مال نوکوٹ سندھ۔

۳۵ " غلام احمد صاحب ہیتانی موضع پکّہ نسوآنہ ضلع جھنگ۔

۳۶ " ڈاکٹر رشید احمد صاحب ہومیو لوہان ضلع سیالکوٹ۔

۳۷ " حافظ احمد علی صاحب ۳۲۷ مروٹ ضلع بہاولنگر۔

۳۸ " اللہ دتہ صاحب بھابڑہ۔ آزاد کشمیر۔

۳۹ " حکیم غلام رسول صاحب موضع جھوک بستی احمدیہ ضلع رحیم یار خاں۔

۴۰ " مولوی گل محمد صاحب چک نمبر ۸ جنوبی ضلع سرگودھا۔

۴۱ " محمد شریف صاحب کھوکھر محمد آباد سٹیٹ سندھ۔

۴۲ " حکیم سردار علی صاحب سکنہ کنجروڑ ضلع سیالکوٹ۔

۴۳ " اللہ دتہ صاحب مبشر بھڑیاں والا ضلع سیالکوٹ۔

۴۴ " محمد احمد صاحب فیض سکنہ رجوعہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔

۴۵ | مکرم عبدالستار صاحب خادم بہاولپوری۔ رحیم یار خاں۔
۴۶ | " محمد یعقوب صاحب شاد صادق آباد۔ ضلع رحیم یار خاں۔
۴۷ | " قاری محمد عاشق صاحب حیدر آبادی۔ تحصیل و ضلع میانوالی۔
۴۸ | " ڈاکٹر جمال الدین احمد صاحب چک 5/12.L ضلع منٹگمری۔

واقفین ہوسٹل جامعہ احمدیہ ربوہ

۴۹ | مکرم داؤد احمد صاحب حنیف۔
۵۰ | " ملک محمد سلیم صاحب بی اے۔
۵۱ | " عبدالحفیظ صاحب بی اے۔
۵۲ | " صفی الرحمٰن صاحب خورشید۔
۵۳ | " مرزا منصور احمد صاحب۔
۵۴ | " چوہدری خلیل احمد صاحب مبشر چک 55/R.B کھیم سنگھ والا۔
۵۵ | " محمد رفیق صاحب چک نمبر ۱۴ منٹگمری۔
۵۶ | " مبارک احمد صاحب۔ مکرم ظفر احمد صاحب ملتانی۔
۵۷ | " عبدالقدیر صاحب فیاض سندھی۔

طلباء بورڈنگ ہائی سکول ربوہ

۵۸ | عزیزم حامد اقبال صاحب آف سیالکوٹ۔
۵۹ | نائب سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہاؤس۔

۶۰ عزیز سیف احمد صاحب ناظر

۶۱ " شیخ رفیع احمد صاحب آف کوئٹہ۔

۶۲ " غلام حسن صاحب چک نمبر ۳۴ جنوبی سرگودھا۔

۶۳ " خواجہ نصیر احمد صاحب۔

۶۴ " حمید الدین صاحب آف کراچی۔

۶۵ " عبد اللطیف احمد صاحب۔

۶۶ " مظہر احمد صاحب باجوہ۔

۶۷ " خالد نعیم صاحب شاکر۔

۶۸ " حشام الحق صاحب۔

۶۹ " بشارت احمد صاحب۔

۷۰ " الطاف اللہ خان صاحب۔

۷۱ " حامد علی خان صاحب لاہوری۔

۷۲ " عبد الحکیم صاحب۔

۷۳ " اعجاز احمد صاحب۔

۷۴ " شوکت حیات صاحب پراچہ۔

۷۵ " امتیاز احمد صاحب سندھی۔

۷۶ " خلیفہ عبد الحفیظ صاحب۔

۷۷ " مطلوب حسین صاحب۔

۷۸ " محمد منشار صاحب ورک۔

طلباء ہوسٹل فضل عمر تعلیم الاسلام کالج ۔ ربوہ

۷۹ عزیز چوہدری مبارک احمد صاحب ۔
۸۰ " ملک فرخ امین صاحب ۔
۸۱ " شیخ محمد یوسف صاحب لاہوری ۔
۸۲ " ناصر احمد صاحب جہالہ ۔
۸۳ " مبشر احمد صاحب شاد ۔
۸۴ " منظفر احمد صاحب لنگے ضلع گجرات ۔
۸۵ " مرزا عزیز احمد صاحب ۔
۸۶ " منظفر احمد صاحب چونڈہ ۔
۸۷ " مبشر احمد صاحب منہاس ۔
۸۸ " ناصر احمد صاحب گوندل ۔
۸۹ " مظہر حسین صاحب جاوید ۔
۹۰ " چوہدری محمد اقبال صاحب رانجھا ۔
۹۱ " " محمد اسلم صاحب باجوہ آف واتا زیدکا ۔
۹۲ " " مبارک احمد صاحب ساہی
۹۳ " " مبشر احمد صاحب وڑائچ ۔
۹۴ " محمد عالم صاحب ورک ۔
۹۵ " محمد اسمٰعیل صاحب عصمت ۔
۹۶ " چوہدری حبیب اللہ صاحب منظہر ۔

محلہ گول بازار۔ ربوہ

٩٧	مکرم قریشی محمد اکمل صاحب۔ افضل برادرز۔
٩٨	″ رانا محمد دین صاحب۔
٩٩	″ سید ولی اللہ شاہ صاحب۔ نیروبی ہاؤس۔
١٠٠	″ ″ محمد لطیف شاہ صاحب۔ ″ ″
١٠١	″ رشید احمد صاحب۔ رشید بوٹ ہاؤس۔
١٠٢	″ بشیر احمد صاحب۔ حبیب کلاتھ ہاؤس۔
١٠٣	″ چوہدری خلیل احمد صاحب حلوائی گول بازار۔ ربوہ۔
١٠٤	″ صوفی کریم بخش صاحب دکاندار۔
١٠٥	″ محمد صدیق خاں صاحب شمس پبلک کارنر سٹور۔
١٠٦	″ خواجہ عبدالحی صاحب۔ کشمیر ہاؤس۔
١٠٧	″ ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ہومیو اینڈ کمپنی۔
١٠٨	″ حکیم شیخ خورشید احمد صاحب خورشید یونانی دواخانہ۔

محلہ دارالصدر۔ ربوہ

١٠٩	مکرم ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی (صحابی)
١١٠	″ صوبیدار عبدالمنان صاحب دہلوی افسر حفاظت خاص۔
١١١	″ چوہدری ناصر احمد صاحب کاٹھگڑھی۔ محافظ خاص۔
١١٢	″ صالح محمد صاحب۔ حفاظت خاص۔

۱۱۳ مکرم ڈاکٹر محمد رمضان صاحب۔

۱۱۴ " " غلام مصطفیٰ صاحب۔

۱۱۵ " میاں محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی۔

۱۱۶ " خواجہ عبید اللہ صاحب۔

۱۱۷ " چوہدری احسان الرحمان صاحب ابن چوہدری علی اکبر صاحب باب الابواب۔ ربوہ۔

۱۱۸ " ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔

محلہ دار الرحمت غربی۔ ربوہ

۱۱۹ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب۔ چوہدری جنرل سٹور غلہ منڈی۔

۱۲۰ " " محمد شریف صاحب لاہور ہاؤس۔ "

۱۲۱ " بشیر احمد صاحب شاہد۔ شاہد کلاتھ ہاؤس۔ "

۱۲۲ " شیخ نذیر احمد صاحب دکاندار۔ "

۱۲۳ " محمد لطیف صاحب لطیف ٹریڈنگ ہاؤس۔ "

۱۲۴ " چوہدری محمد بوٹا صاحب۔ سیالکوٹ شاپ۔ "

۱۲۵ " مبارک احمد صاحب بھٹی۔ بھٹی چیپ سٹور۔ "

۱۲۶ " عبدالسلام صاحب۔ سلام ٹی سٹال۔ "

۱۲۷ " کیپٹن سعید احمد صاحب صدر محلہ دار الرحمت غربی۔

۱۲۸ " چوہدری فرزند علی صاحب۔ " "

۱۲۹ " محمد اسحاق صاحب۔ " "

۱۳۰ مکرم محمد یوسف صاحب احمد۔

۱۳۱ " اللہ بخش صاحب۔ حلوائی۔

۱۳۲ " عبدالکریم صاحب پہلوان۔

۱۳۳ " حلیم محمد ابن چوہدری وزیر محمد صاحب جماعت نہم۔

۱۳۴ " عبدالعلیم صاحب خالد۔

۱۳۵ " سید محمد اقبال حسین صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر۔

۱۳۶ " مقبول احمد صاحب بی اے سٹوڈنٹ۔

۱۳۷ " چوہدری شاہ محمد صاحب خوشنویس کاتب۔

۱۳۸ " خواجہ عبدالقیوم صاحب بی اے سابق ہیڈ ماسٹر منٹگمری جیل لاج۔

۱۳۹ " مولوی منیر الحق صاحب شاہد ابن مولوی نورالحق صاحب۔

محلہ دارالرحمت وسطی۔ ربوہ

۱۴۰ مکرم چوہدری بشارت احمد صاحب

۱۴۱ " حکیم محمد دین صاحب۔

۱۴۲ " چوہدری علی محمد صاحب۔ بی اے بی ٹی۔

۱۴۳ " " فضل داد صاحب۔

۱۴۴ " سردار محمد احمد صاحب مقولہ سابق درویش۔

۱۴۵ " سید ناصر احمد صاحب۔

۱۴۶ " " نصیر احمد صاحب۔

۱۴۷ مکرم عطاء الکریم صاحب خلف الرشید مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری۔

۱۴۸ " عطاء الرحیم صاحب " " " " " "

۱۴۹ " عطاء المجیب صاحب " " " " " "

۱۵۰ " قریشی امان اللہ صاحب۔ ایم اے۔

۱۵۱ " میاں شیخ محمدؐ صاحب قریشی قادیانی والد قریشی امان اللہ صاحب۔

۱۵۲ " اقبال احمد صاحب نجم۔

۱۵۳ " جمعدار غلام رسول صاحب آف کوئیٹہ۔

۱۵۴ " محمود احمد صاحب ارشاد۔

محلہ دارالرحمت شرقی۔ ربوہ

۱۵۵ مکرم چوہدری عبد الجلیل صاحب۔

۱۵۶ " ٹھیکیدار غلام رسول صاحب۔ ٹھیکہ دار بھٹہ۔

۱۵۷ " مجید احمد خاں صاحب عادق۔

۱۵۸ " عبدالشکور صاحب جاوید۔

۱۵۹ " عبدالغنی صاحب دکاندار۔

۱۶۰ " عبداللہ صاحب پسر غلام رسول صاحب ٹھیکہ دار۔

۱۶۱ " ماسٹر محمدؐ یوسف صاحب۔

۱۶۲ " چوہدری عبدالمجید صاحب چیمہ ایم ایس سی۔

۱۶۳ " سید محمد مسعود شاہ صاحب ہومیو پیتھی۔

۱۶۴	مکرم محمد اسلم صاحب شاد چک منڈگلہ۔
۱۶۵	" صوفی محمد اکرم صاحب بی اے۔

محلّہ دارالبرکات۔ ربوہ

۱۶۶	مکرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودہا ڈویژن۔

محلّہ دارالنصر۔ ربوہ

۱۶۷	مکرم مولوی قدرت اللہ صاحب (صحابی)
۱۶۸	" چوہدری عبداللطیف صاحب
۱۶۹	" حوالدار بشیر احمد صاحب پنشنر مینجر رسالہ خالد و تشحیذ۔

محلّہ دارالیمن۔ ربوہ

۱۷۰	مکرم چوہدری محمد حسین صاحب۔

محلّہ فیکٹری ایریا۔ ربوہ

۱۷۱	مکرم ماسٹر محمد علی خاں صاحب۔
۱۷۲	" بدرالدین صاحب ٹھیکیدار آرا مشین۔
۱۷۳	" مبارک احمد خاں صاحب فرسٹ ایڈ سپر منشی محمد اسماعیل صاحب خوشنویس۔

احمد نگر

١٧٤	مکرم چوہدری نور محمد صاحب سابق باڈی گارڈ۔
١٧٥	" مولوی بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ گوجرہ حال احمد نگر
١٧٦	عزیزہ حمیدہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ مولوی بشیر احمد صاحب قمر۔
١٧٧	محمود احمد صاحب ولد محمد حنیف صاحب فرسٹ ایر انجینیرنگ یونیورسٹی لاہور۔
١٧٨	مکرم سخاوت حسین صاحب شاہجہانپوری سیکرٹری تحریک جدید و وقف جدید۔
١٧٩	" رفیق اللہ صاحب بٹ۔
١٨٠	" صوفی عبد الغنی صاحب بھٹی۔
١٨١	" مہر ولی محمد صاحب۔
١٨٢	" قاضی سید علی خاں صاحب۔
١٨٣	" نور احمد صاحب عابد۔
١٨٤	" محمد اسلم صاحب بٹ قائد خدام الاحمدیہ۔
١٨٥	" شریف احمد صاحب قادیانی ولد امام الدین صاحب علیانہ۔
١٨٦	" مہر احمد علی صاحب ٹھیکیدار قلعہ ملہ۔
١٨٧	" میاں محمد ظہور صاحب پٹیالوی۔
١٨٨	" منشی محمد صادق صاحب مختار عام۔

مبلّغین کرام بیرون ممالک و اندرون

١٨٩	مکرم قریشی محمد افضل صاحب مبلّغ ایوری کوسٹ افریقہ گول بازار ربوہ

۱۹۰ مکرم مولوی محمد صادق صاحب سابق مبلغ سماٹرا۔ حال ربوہ۔

۱۹۱ " مولوی عبدالباسط صاحب مربی سلسلہ ملتان۔

۱۹۲ " مولوی محمد منور صاحب مبلغ انچارج ٹانگانیکا مشرقی افریقہ۔

۱۹۳ " سید عزیز احمد شاہ صاحب مربی سلسلہ وانسپکٹر تبلیغ میانوالی۔

۱۹۴ " حکیم محمد ابراہیم صاحب سابق مبلغ یوگنڈا ایسٹ افریقہ۔ حال ربوہ۔

۱۹۵ " چوہدری محمد شریف صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ وگیمبیا مغربی افریقہ۔

۱۹۶ " صلاح الدین خاں صاحب سابق مبلغ ہالینڈ حال کوارٹر تحریک جدید ربوہ۔

۱۹۷ " عبدالکریم خاں صاحب شاہد کاٹھگڑھی مربی سلسلہ احمدیہ گوجرہ روڈ سمندری۔

۱۹۸ " ملک احسان اللہ صاحب سابق مبلغ گھانا۔ لاہور۔

متفرق اضلاع

۱۹۹ مکرم عبدالقیوم صاحب پراچا پیر مکی لاہور۔

۲۰۰ " حاجی عبدالکریم صاحب احمدیہ ہال میگزین لائن کراچی نمبر ۳

۲۰۱ " شیخ ہدایت اللہ و محمد صادق پسران شیخ رحمت اللہ صاحب لنڈا بازار لاہور

۲۰۲ " نذیر احمد صاحب سیالکوٹی سپرنٹنڈنٹ ملٹری اکاؤنٹس کراچی۔

۲۰۳ " چوہدری محمد رشید صاحب سٹیشن ماسٹر سلانوالی۔

۲۰۴ " عبدالسلام، عبدالمنان صاحب زرگر بازار کلاں چنیوٹ۔

۲۰۵ " ڈاکٹر عبداللطیف صاحب عدن۔

۲۰۶ " شیخ محمد حنیف صاحب ڈویژنل امیر کوئٹہ و قلات ڈویژن۔

۲۰۷	مکرم ماسٹر عبد الغفار خاں صاحب ہیڈ ماسٹر ڈینا ہائیڈ مڈل سکول پشاور۔
۲۰۸	" مولانا مبارک احمد صاحب مدیر رفقاء تھانہ امین آباد ضلع گوجرانوالہ
۲۰۹	" میجر مظفر علی صاحب نمبر ۹۵۴/۵ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔
۲۱۰	" حاجی عبد الرحمان صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ باندھی ضلع نواب شاہ۔
۲۱۱	" چوہدری عبد اللطیف صاحب ۳۵ بڈھی بانگلہ سیالکوٹ شہر۔
۲۱۲	" محمد دین عرف محمد خان صاحب طہرانی سکنہ کھاریاں ضلع گجرات۔
۲۱۳	" الطاف حسین خان صاحب شاہجہان پوری چنیوٹ۔
۲۱۴	" عبد الغنی صاحب بی اے سپرنٹنڈنٹ نیوی فلیٹ کلب نیپیر روڈ کراچی۔
۲۱۵	" چوہدری محمد شریف صاحب ایچ ڈی سی لوئر گوگیرا ڈویژن لائل پور۔
۲۱۶	" صوفی خدا بخش صاحب عبد زیروی سابق انسپکٹر وقف جدید۔ لاہور۔
۲۱۷	" سید اعجاز احمد صاحب سینئر انسپکٹر بیت المال۔
۲۱۸	" ماسٹر محمد ابراہیم صاحب صدر حلقہ دہلی گیٹ۔ لاہور۔
۲۱۹	" عبد الواحد صاحب ریوڑی فروش۔ لاہور
۲۲۰	" چوہدری عبد الکریم صاحب انچارج آر۔ ایم۔ ایس۔ لاہور۔
۲۲۱	" میاں محمود احمد صاحب راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد۔ لاہور۔

کتاب ہذا الفضل برادرز نیروبی ہاؤس۔ دفتر رسالہ الفرقان الشرکۃ الاسلامیہ گولبازار ربوہ اور رحمانیہ منزل بلاک جی ڈیرہ غازی خاں سے طلب فرمادیں۔

عبد الرحمٰن مبشر مولوی فاضل مؤلف کتاب ہذا نے باہتمام خود پاکستان پرنٹنگ ورکس ایبٹ روڈ لاہور سے شائع کیا۔

اعلان ضروری

در بارہ

ترجمۃ القرآن ـــــــ بطرز جدید

جس کی مدد سے قرآن مجید ناظرہ اور معمولی اردو پڑھے لکھے مرد و زن اور طلباء اور طالبات بغیر استاد کی مدد کے ترجمہ سیکھ سکتے ہیں۔

نمونہ حسب ذیل ہے

اِیَّا	کَ	نَعْبُدُ	وَ	اِیَّا	کَ	نَسْتَعِیْنُ
خاص	تیری	ہم عبادت کرتے ہیں	اور	خاص	تجھ	ہم مدد چاہتے ہیں

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہی مدد مانگتے ہیں

اس طرز پر تین پارے اوّل۔ دوم اور سوم شائع ہو چکے ہیں ہدیہ ہر پارہ [illegible]

ملنے کا پتہ:- افضل برادرز گول بازار ربوہ۔ رحمانیہ منزل بلاک جی ڈیرہ غازی خان

المعلن

عبدالرحمن مہتمم رحمانیہ منزل بلاک جی ڈیرہ غازی خان